رمضان المبارک ۱۴۴۶ھ مارچ ۲۰۲۵ء
MARCH-2025 Rs. 30/-

عید مبارک

عید مبارک

مسلکِ اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسبان

ماہنامہ سنی دنیا بریلی شریف

MAHNAMA SUNNI DUNIYA, BAREILLY SHAREEF

مدیر اعلیٰ
جانشین تاج الشریعہ مفتی محمد عسجد رضا خاں قادری بریلوی
مدظلہ العالی

درس عبرت

ایک دنیادار ایسا بھی
روزہ رکھو اور صحت مند ہو جاؤ
استقبال رمضان المبارک
دنیا کی سب سے قیمتی گائے

رب تعالیٰ کا حسین انعام ماہِ صیام
حجیت حدیث! تحقیقی اور تنقیدی جائزہ
تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے
بھیک مانگتے مسلمان! کیا ہے سمادھان

ماہِ رمضان! بے شمار فضائل و برکات کا حامل
روزہ! خواہشات سے بچنے کے لئے ڈھال ہے
امت مسلمہ کے اسباب زوال اور ان کا سد باب
ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عظمت

مدیر: مفتی محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

مرکز الدراسات الإسلامية
جامعة الرضا
بریلی شریف یو،پی، ھند

CENTER OF ISLAMIC STUDIES JAMIATUR RAZA
MARKAZ NAGAR MATHURAPUR, C.B.GANJ, BAREILLY SHARIF (U.P.)

Imam Ahmad Raza Trust
82-Saudagran, Raza Nagar, Bareilly U.P.-243003 (India)

امام احمد رضا ٹرسٹ
۸۲/سوداگران رضانگر بریلی شریف یوپی (الہند)

E-mail: imamahmadrazatrust@aalaahazrat.com
imamahmadrazatrust@yahoo.co.in
Website: www.aalaahazrat.com, jamiaturraza.com, hazrat.org

Contact No. +91 0581 3291453
+91 9897007120
+91 9897267869

State Bank of India, Bareilly.
A/C No. 030078123009
IFSC Code : SBIN0000597

HDFC Bank, Bareilly
A/c No. 50200004721350
IFSC Code : HDFC0000304

بیادگار

امام المتکلمین حضرت علامہ مفتی محمد نقی علی خاں قادری بریلوی، اعلیحضرت امام احمد رضا خاں قادری بریلوی، حجۃ الاسلام حضرت علامہ مفتی محمد حامد رضا خاں قادری بریلوی، مفتیٔ اعظم حضرت علامہ مفتی محمد مصطفےٰ رضا خاں قادری بریلوی، مفسر اعظم ہند حضرت علامہ مفتی محمد ابراہیم رضا خاں قادری بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

بانی و سرپرست روحانی

وارثِ علومِ اعلیٰ حضرت عکسِ حجۃ الاسلام ثانی
مفتیٔ اعظم نور دیدۂ مفسرِ اعظم تاج الشریعہ
بدر الطریقہ حضرۃ العلام الحاج الشاہ المفتی

محمد اختر رضا

خاں قادری ازہری بریلوی
رحمۃ اللہ علیہ

سرپرست و مدیرِ اعلیٰ

نبیرۂ اعلیٰ حضرت شہزادہ و جانشینِ تاج الشریعہ
قاضی القضاۃ فی الہند پیر طریقت رہبر شریعت
قائد ملت حضرۃ العلام الحاج الشاہ المفتی

محمد عسجد رضا

خاں قادری نوری بریلوی
مدظلہ العالی

مسلکِ اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسبان

ماہنامہ سنی دنیا
بریلی شریف

MAHNAMA SUNNI DUNIYA

مدیر: مفتی محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

جلد نمبر ۱۰ | Vol. 10

رمضان المبارک ۱۴۴۶ھ | مارچ ۲۰۲۵ء

شمارہ نمبر ۳ | Issue No. 3

قیمت فی شمارہ ۳۰ روپئے	سالانہ ۳۵۰ روپئے سادہ ڈاک سے	سالانہ ۶۰۰ روپئے رجسٹرڈ ڈاک سے	پاکستان، سری لنکا اور بنگلہ دیش سے ۱۲۰۰ روپئے	امریکہ اور دیگر ممالک سے ۳۵ امریکی ڈالر

انتباہ

کسی بھی طرح کی قانونی چارہ جوئی صرف بریلی شریف کے کورٹ میں قابل سماعت ہوگی، مضمون نگار اور اہل قلم کی آرا سے ادارہ کا اتفاق ضروری نہیں۔

نوٹ

قارئین کرام رسالہ سے متعلق کسی بھی طرح کی شکایت یا معلومات کے لئے صبح ۹ بجے سے دوپہر ۲ بجے تک موبائل نمبر 8755096981 پر رابطہ کر سکتے ہیں۔

ہدایت

اہل قلم حضرات اور شعرائے اسلام سے التماس ہے کہ اپنے کمپوز شدہ مضامین و منظومات کی ان پیج یا ڈوک فائل رسالہ کی ای میل آئی ڈی پر بھی بھیج سکتے ہیں۔

تزئین کار: عتیق احمد حشمتی (شجاع ملک) آئی ٹی ہیڈ: جامعۃ الرضا | محمد تمہید خان عرشی فائزہ پرنٹرس، حامدی مارکیٹ

رابطہ کا پتہ

ماہنامہ سنی دنیا
۸۲/ سوداگران، درگاہ اعلیٰ حضرت
بریلی شریف پن نمبر ۲۴۳۰۰۳

Email:

sunniduniya@aalaahazrat.com
nashtarfaruqui@gmail.com
atiqahmad@aalaahazrat.com

Visit Us:

www.sunniduniya.com
www.aalaahazrat.com
www.cisjamiaturraza.ac.in

Contact Address

MAHNAMA SUNNI DUNIYA
82-Saudagran, Dargah Aalahazrat
Bareilly Sharif (U.P.) Pin - 243003

Contact Numbers

0581-2458543, 2472166, 3291453

ایڈیٹر، پبلیشر، پرنٹر اور پروپرائٹر مولانا محمد عسجد رضا خاں قادری نے فائزہ پرنٹرس، بریلی سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ سنی دنیا ۸۲/ سوداگران درگاہ اعلیٰ حضرت بریلی سے شائع کیا۔

Editor, Printer, Publisher & Owner Asjad Raza Khan, Printed at Faiza Printers, Opp. Lala Kashinath Jewelers, Hamidi Complex, Gali Wazeer Ali, Bara Bazar, Bareilly, Published at 82, Saudagran, Dargah Aala Hazrat, Bareilly Shareef (U.P.)

اس شمارے میں

مشمولات

کالم	مضمون	مضمون نگار	صفحہ
اداریہ	روزہ رکھو اور صحت مند ہو جاؤ	محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی	۵
اسلامیات	استقبال رمضان المبارک	ڈاکٹر مفتی محمد اسلم رضا میمن	۶
☜	ماہِ رمضان! بے شمار فضائل و برکات کا حامل	مولانا محمد ایوب مصباحی	۱۱
☜	روزہ! خواہشات سے بچنے کے لئے ڈھال ہے	حافظ افتخار احمد قادری	۱۵
☜	رب تعالیٰ کا حسین انعام ماہِ صیام	مولانا مدثر حسین اشرفی	۱۹
☜	تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے	مفتی ارشد نعیمی قادری	۲۲
☜	درس عبرت	مولانا خلیل احمد فیضانی	۲۴
☜	ایک دنیا دار ایسا بھی	مفتی محمد جمیل احمد قادری	۲۷
☜	دنیا کی سب سے قیمتی گائے	علامہ سید اولاد رسول قدسی	۲۸
احوال قوم وملت	امت مسلمہ کے اسباب زوال اور ان کا سد باب	محمد تحسین رضا قادری	۳۰
☜	بھیک مانگتے مسلمان! کیا ہے سمادھان	مولانا محمد زاہد علی مرکزی	۳۵
تحقیقات	حجیت حدیث! تحقیقی اور تنقیدی جائزہ	مولانا محمد عطاء النبی حسینی	۳۸
اسلاف واخلاف	ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عظمت	مفتیہ عائشہ خاتون امجدی	۴۶
ترغیبات	فکر آخرت	علامہ مفتی محمد صالح بریلوی قادری	۴۸
مختصرات	خوش فہمی کی چادر	مولانا غلام مصطفیٰ نعیمی	۵۰
☜	بنات اسلام کی بگڑتی صورت حال	شیخ سجاد حسین رضوی	۵۱
☜	گائے کے گوشت کی تحقیق نادرہ	ڈاکٹر اقبال اختر القادری	۵۱
☜	اصلاح معاشرہ	مولانا عرفان احمد ازہری	۵۲
منظومات	ہر شر سے باخبر ہے ہمارا معاویہ پیارا معاویہ	مولانا شمس تبریز خانی مرکزی	۵۳
☜	چراغ خانۂ حیدر ہیں جعفر صادق	مولانا عطاء النبی حسینی مصباحی	۵۳
☜	کیجئے استقبال اس کا آ گیا ماہِ صیام	سید خادم رسول عینی	۵۳
☜	مرحبا صد مرحبا صد مرحبا ماہِ صیام	مفتی ارشد نعیمی قادری	۵۴

روزہ رکھو اور صحت مند ہو جاؤ

مفتی محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

اسلامی تعلیمات واحکامات اور معتقدات وعبادات نوع انسانی کو ہمہ جہت فلاح وبہبود کی ضمانت دیتے ہیں، اسلامی احکامات وعبادات رضائے الٰہی کے ساتھ جہاں روحانی اور اخروی برکات وحسنات کے اسباب ہیں، وہیں جسمانی اور دنیوی فوائد کا سرچشمہ بھی ہیں، طبیب اکبر، مسیحائے کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

''اغزوا تغنموا وتصوموا تصحوا وسافروا تستغنوا۔ جہاد کرو غنیمت حاصل ہوگی، روزہ رکھو صحت حاصل ہوگی اور بغرض تجارت سفر کرو منفعت وغنا حاصل ہوگی۔'' (مجمع الزوائد بحوالہ المعجم الاوسط، دار الکتاب العربی بیروت، ۵/ ۳۲۴)

جدید سائنسی تحقیقات نے اس امر پر صداقت کی مہر بھی ثبت کر دی ہے، ایک غیر مسلم سائنس داں نے انسانی جسم پر مرتب ہونے والے روزے کے اثرات کی تحقیق کے بعد یہ انکشاف کیا کہ روزہ جسم میں پیدا ہونے والے کینسر کے مادّے کو ختم کر دیتا ہے، ایک اور یہودی سائنس داں نے جب عدت کی باریکیوں کو سمجھا تو اس نے اسلام اور اسلامی احکامات کو گلے لگانے میں کوئی تاخیر نہیں کی، ان حقائق وانکشافات کا نتیجہ یہ ہے کہ آج اسلام کو چشم حقیقت سے پڑھنے اور سمجھنے والے دنیا کے اکثر محققین ودانشوران اسلام کی پناہ میں آچکے ہیں اور ہم مسلمانوں کا حال یہ ہے کہ اسلامی احکامات سے کوسوں دور ہوتے چلے جا رہے ہیں، جن کے اسلاف نے اپنے خون جگر سے اسلام کی آبیاری کی اور ہزاروں دشواریوں کا سامنا کرتے ہوئے ان تک اسلام پہنچایا، وہ اس کی قدر وقیمت سے غافل ہو گئے ہیں اور جنھوں نے اسلام کو صرف پڑھ کر اپنایا ہے وہ اپنی سعادت سمجھتے ہوئے اس کے احکامات کی بجا آوری کے لئے سر تسلیم خم کر رہے ہیں، یہ ہم مسلمانوں کے لئے کس قدر افسوس کا مقام ہے۔

رمضان المبارک باران رحمت ومغفرت کا مہینہ ہے، اس میں مسلمانوں کے اعمال حسنہ کی قدر وقیمت دس گنا بڑھ جاتی ہے، جودو عطائے ربانی کے دھارے میں طغیانی آجاتی ہے، بندہ تھوڑی محنت کی بڑی اجرت پاتا ہے، ایسے میں جب برکات وحسنات کی باڑھ آئی ہوئی ہو تو کوڑی میں دو چار ملنے والے نکمّے بھی کچھ کر گزرنے پر کمر بستہ نظر آتے ہیں، مگر وائے افسوس کہ! آج کل مسلم معاشرے میں کچھ ایسے بھی ناعاقبت اندیش نظر آتے ہیں، جنھوں نے نماز، روزے اور دیگر بدنی عبادتوں کی بجا آوری سے بچنے کے لئے عجیب وغریب بہانے تلاش کر رکھے ہیں، کسی کو جوڑوں میں درد کا عارضہ ہے تو کسی کو رکوع وسجود کی ادائیگی میں پریشانیاں لاحق ہیں، کوئی روزے کی وجہ سے بی پی اور شوگر بڑھنے گھٹنے کا رونا روتا ہے تو کوئی ایسیڈیٹی کا ڈھنڈورا پیٹتا ہے، جبکہ مسیحائے کائنات ﷺ صاف ارشاد فرما رہے ہیں: روزہ رکھو صحت یاب ہو جاؤ گے، ہمارے لئے تو آقائے کریم ﷺ کا فرمان ہی کافی ہے، مستزاد یہ کہ خود دورِ جدید کی سائنس بھی اس حقیقت کی معترف ہے جس پر دنیا آنکھ بند کر کے یقین کرتی ہے، بعض لاخیرے تو اس موسم برکات میں بھی سر عام کھاتے پیتے ہیں اور ٹوکنے پر ڈاکٹروں کی پرچی دکھانے لگتے ہیں، جبکہ اگر کوئی کسی عذر شرعی کی بنا پر روزہ نہیں رکھ پا رہا ہے تو حکم یہ ہے کہ باہر روزہ داروں کی طرح ہی رہے، کھانا پینا اپنے گھر میں کرے، سر عام کھا پی کر اس مبارک مہینے کی حرمت پامال نہ کرے، روزہ سے پیدا ہونے والی کمزوری کے سبب روزہ چھوڑنے والے کے سلسلے میں امام اہل سنت اعلیٰ حضرت ارشاد فرماتے ہیں:

''اگر روزے کی وجہ سے کوئی شخص اتنا کمزور ہو جاتا ہے کہ نماز میں قیام کی طاقت نہیں رکھتا تو اس کے لئے رمضان کا روزہ چھوڑنا جائز نہیں بلکہ وہ روزہ رکھے اور نماز بیٹھ کر ادا کرے۔'' (فتاویٰ رضویہ مترجم، ۱۰/ ۳۳۴)

اداریہ

از: ڈاکٹر مفتی محمد اسلم رضا میمن*

استقبالِ رمضان المبارک

جیسا کہ ہم سب جانتے ہیں کہ عن قریب دنیا بھر کے مسلمانوں کے لیے، رحمتوں والے مہینے رمضان شریف کی آمد آمد ہے، رمضان المبارک میں قرآنِ کریم کی تلاوت کرنے، سمجھنے، اس پر عمل کرنے اور اس کی تعلیمات وبرکات دوسروں تک پہنچانے کے بےشمار مواقع میسر آتے ہیں۔ روزہ، نماز، قرآنِ پاک، نوافل اور دیگر اَذکار واَوراد، انسان کے اندر تقویٰ اور خوفِ الٰہی پیدا کرنے کا سبب بنتے ہیں۔ آئیے ہم سب مل کر رمضان المبارک کا استقبال کریں اور اس کے مبارک لمحات بہترین انداز سے گزارنے کا عہد کریں۔

روزے کی فرضیت وتعریف

روزوں کی فرضیت کا بیان کرتے ہوئے، خالق کائنات جَلَّ جَلالُہٗ ارشاد فرماتا ہے:

"يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ. (۱) اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کیے گئے ہیں، جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے۔"

اس آیتِ مبارکہ میں روزے کی فرضیت کا بیان ہے، روزہ شریعتِ اسلامیہ میں اس بات کا نام ہے، کہ مسلمان چاہے مرد ہو یا عورت، صبح صادق سے غروبِ آفتاب تک، بہ نیّتِ عبادت، کھانا پینا اور مُجامعت ترک کردے۔ اس آیتِ مبارکہ سے یہ بھی ثابت ہوا کہ روزہ عبادتِ قدیمہ ہے، زمانۂ سیّدنا آدم علیہ السلام سے تمام شریعتوں میں فرض ہوتا چلا آیا ہے، اگرچہ ایّام واَحکام مختلف تھے، مگر اصلاً روزے سب اُمّتوں پر لازم رہے۔ (۲)

روزے کی فرضیت کا مقصد

روزہ ہجرتِ نبوی کے دوسرے سال فرض ہوا، روزہ تقویٰ وپرہیزگاری کا ایک اہم ذریعہ ہے؛ کیونکہ گناہوں کا ایک سبب نفسِ امّارہ ہے اور روزہ رکھنے سے نفسِ امّارہ کمزور پڑ جاتا ہے، لہٰذا فرضیتِ صوم کی اس پیاری حکمت کے بارے میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

"لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ. (۳) تاکہ تم متقی وپرہیزگار بن جاؤ۔"

مفسّرینِ کرام فرماتے ہیں کہ "روزے کا مقصدِ اعلیٰ اور اس سخت رِیاضت کا پھل یہ ہے، کہ تم متقی اور پاکباز بن جاؤ، روزے کا مقصد یہ نہیں کہ صرف کھانے پینے اور جماع سے پرہیز کرو، بلکہ تمام برے اَخلاق اور اعمالِ بد سے انسان مکمل طور پر کنارہ کشی اختیار کرے۔ تم پیاس سے تڑپ رہے ہو، تم بھوک سے بےتاب ہو رہے ہو، تمہیں کوئی دیکھ بھی نہیں رہا، ٹھنڈا پانی اور لذیذ کھانا پاس رکھا ہے، لیکن تم ہاتھ تو کُجا، آنکھ اُٹھا کر اُدھر دیکھنا بھی گوارا نہیں کرتے، اس کی وجہ صرف یہی ہے نا، کہ تمہارے رب کا یہ حکم ہے! اب جب حلال چیزیں اپنے رب کے حکم سے تم نے ترک کردیں، تو وہ چیزیں جن کو تمہارے رب تعالیٰ نے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے حرام کردیا ہے، مثلاً چوری، رشوت، بددیانتی وغیرہ حرام کاریاں، اگر یہ خیال پختہ ہوجائے، تو کیا تم ان کا اِرتکاب کرسکتے ہو؟ ہرگز نہیں۔

مہینہ بھر کی اِس مشقّت کا مقصد یہی ہے کہ تم سال کے باقی 11 ماہ بھی اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہوئے حرام سے اجتناب کرو، لہٰذا جو لوگ روزہ تو رکھ لیتے ہیں، لیکن جھوٹ، غیبت، بدنظری، فحش کلامی اور گالی گلوچ وغیرہ برائیوں سے باز نہیں آتے، ان سے متعلق سرکارِ اَبد قرار صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے واضح الفاظ میں فرمادیا:

"مَنْ لَمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِهٖ، فَلَيْسَ لِلّٰهِ حَاجَةٌ فِيْ أَنْ يَدَعَ طَعَامَهُ وَشَرَابَهُ. (۴) [جس نے

* مضمون نگار وزارت اوقاف ابوظہبی کے مفتی ہیں۔

روزہ رکھنے کے باوجود] جھوٹ اور اُس پر عمل نہیں چھوڑا، رب تعالیٰ کو اُس کے بھوکے پیاسے رہنے کی کوئی حاجت نہیں۔" (۵)

روزے میں جہاں مسلمان کھانے پینے اور نفسانی خواہشات سے اپنے آپ کو روکے رکھتا ہے، وہیں اسے چاہیے کہ جھوٹ، غیبت وغیرہ گناہوں سے بھی باز رہے؛ تاکہ تقویٰ و پرہیزگاری حاصل ہو، اور یہی روزے کا مقصد ہے۔ حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے:

"إِنَّ الصِّيَامَ لَيْسَ مِنَ الطَّعَامِ وَالشَّرَابِ، وَلٰكِنْ مِنَ الْكَذِبِ وَالْبَاطِلِ وَاللَّغْوِ. (۶) روزہ صرف کھانے پینے سے باز رہنے کا نام نہیں، بلکہ روزہ جھوٹ، گناہوں اور بے کار چیزوں سے بھی بچنے کا نام ہے۔"

لہٰذا چاہیے کہ ہم ابھی سے رمضان شریف کی تیاری شروع کر دیں، نمازوں کی پابندی، اپنی زبان کی حفاظت کریں، غیبت وچغلی، گالی گلوچ، سخت کلامی اور بدنگاہی سے اجتناب کریں، حضرت سیّدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے:

"إِذَا صُمْتَ فَلْيَصُمْ سَمْعُكَ وَبَصَرُكَ وَلِسَانُكَ عَنِ الْكَذِبِ وَالْمَحَارِمِ، وَدَعْ أَذَى الْخَادِمِ، وَلْيَكُنْ عَلَيْكَ وَقَارٌ وَسَكِينَةٌ يَوْمَ صِيَامِكَ، وَلَا تَجْعَلْ يَوْمَ فِطْرِكَ وَصَوْمِكَ سَوَاءً. (۷) جب تم روزہ رکھو تو اپنے کان، آنکھ اور زبان کو جھوٹ اور دیگر تمام گناہوں سے روکے رکھو اور اپنے خادم وملازم کو اذیّت دینے سے باز رہو، روزے میں وقار و اطمینان سے رہو! رمضان اور غیر رمضان میں ایک جیسے مت رہو۔"

یعنی ایسا نہ ہو کہ روزہ رکھ کر انسان دوسروں کے لیے اذیّت کا باعث، یا دوسروں پر بوجھ بن جائے، نا صرف دن میں ٹائم پاس کرنے کے لیے، موبائل فونز وغیرہ کے ذریعے، فضولیات و بے حیائی کے ذرائع، فحش و منکرات پر مبنی لٹریچر، آڈیو یا ویڈیو کلپس وغیرہ سننے اور دیکھنے سے اجتناب کرنا ہے، بلکہ رمضان المبارک کی راتوں میں بھی ایسے کاموں سے بچنا ہے، جو لوگوں یا خود اپنی آخرت کے لیے نقصان اور اذیّت کا باعث ہوں۔ جیسا کہ بعض شہری علاقوں میں باقاعدہ کرکٹ، فٹ بال وغیرہ کے میچز کی زینت بننا، خود کھیلنا یا تماشائی بن کر کھیلنے والوں کی حوصلہ افزائی کرنا، شور شرابا کر کے کسی کے آرام، یا کسی کی عبادت میں خلل انداز ہونا قابلِ مذمّت ہے، یہ وہ کام ہیں جن کے باعث روزہ کی برکات زائل ہو جاتی ہیں، بلکہ روزے کا زندگی پر یہ اثر ہو، کہ نرمی و آسانی، عفو و درگزر کا مُظاہرہ کرے؛ تاکہ اللہ و رسول کی نافرمانی سے ہمیشہ کے لیے نَجات مل جائے، خالقِ کائنات جَلَّ جَلَالُہٗ ارشاد فرماتا ہے:

"اَیَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ۔ (۸) گنتی کے دن ہیں۔"

یعنی انتیس 29 / یا تیس 30 دن (تقریباً ایک ماہ فقط) اس لیے گھبرانا مت، جس رب تعالیٰ نے تمہیں گیارہ ماہ کھلایا پلایا، اگر ایک ماہ، وہ بھی صرف دن کے وقت، کھانے پینے سے منع فرما دے، تو ضرور اُس کی اطاعت کرو اور اس میں بھی تمہارا ہی فائدہ ہے۔

روزہ اور صحتِ انسان

بعض لوگ رمضان المبارک کے روزے رکھنے میں بھی حیلے بہانوں سے کام لیتے ہیں کہ "ہم سے نہیں رکھے جاتے، ہماری ڈیوٹی سخت ہے، روزہ رکھنا بہت مشکل کام ہے، ہم روزہ رکھتے ہیں تو بیمار پڑ جاتے ہیں" وغیرہ وغیرہ۔ اِسی طرح کے اور بھی بہت سے حیلے بہانے کر کے، رَحمتِ الٰہی سے خود ہی محروم رہتے ہیں، جبکہ حضرت سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، مصطفیٰ جانِ رَحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"صُومُوا تَصِحُّوا ۔ (۹) روزہ رکھو، صحت مند ہو جاؤ گے۔"

اس سے معلوم ہوا کہ خرابیِ صحت کے اندیشے سے، روزہ نہ رکھنے کی سوچ غلط اور خام خیالی ہے، اس طرح بندہ خالقِ کائنات جَلَّ جَلَالُہٗ کی رَحمت سے دُور ہو جاتا ہے، لہٰذا فیصلہ ہمارے ہاتھ میں ہے، کہ بدبختی و محرومی کو گلے لگائیں، یا پھر ربِ ذوالجلال کے حکم اور حضور نبی کریم ﷺ کے فرمانِ صحت نشان پر عمل کرتے ہوئے، روزے کی برکتیں رَحمتیں حاصل کر کے، نیک بختی وسعادت

مندی، کامیابی و کامرانی اور صحت کو اپنے دامن میں سمیٹ کر، اُن کے پیارے بن جائیں۔

بیمار اور مسافر کے لیے روزے کی رخصت

جو شخص ایسا بیمار ہو کہ روزہ نہ رکھ سکتا ہو، اس کے لیے دینِ اسلام میں رخصت ہے، ارشادِ خداوندی ہے :

"فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ۔ (۱۰) تو تم میں سے جو کوئی بیمار، یا سفر میں ہو، تو اتنے روزے اَور دنوں میں پورے کرے۔"

یعنی ایسا بیمار ہو کہ روزہ اُسے شدید نقصان دے، تو اسے صحت یابی تک روزہ مؤخّر کرنے کی اجازت ہے، لیکن جس بیمار کو روزہ شدید نقصان نہ دے، اسے روزہ چھوڑنے کی اجازت نہیں اور وہ سفر جس پر شرعی اَحکام مرتّب ہوں، یعنی ۹۲ رکلومیٹر مَسافت طے کرنے کی اور وہاں جا کر پندرہ 15 /دن سے کم ٹھہرنے کی نیّت سے چلا ہو، یا اس کے علاوہ اگر کوئی اَور شرعی عذر ہے، یا حاملہ، یا دودھ پلانے والی خاتون، تو اِن تمام خواتین وحضرات کو روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے، ان کے جتنے روزے چُھوٹیں، وہ رمضان کے بعد اُن کی قضا کرلیں، لیکن پھر بھی رمضان شریف میں روزہ رکھنا ہی ان کے حق میں بہتر ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے :

"وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۔ (۱۱) اگر تم جانو تو روزہ رکھنا تمہارے لیے زیادہ بھلا ہے۔"

تو معلوم ہوا کہ مسافر کو اگرچہ روزہ قضا کرنے کی اجازت ہے، مگر روزہ رکھ لینا اس کے لیے زیادہ بہتر ہے۔ (۱۲)

رمضان شریف کی آمد

ہمارے گھر، خاندان اور مُعاشرے میں کئی اَفراد ایسے تھے، جو پچھلے رمضان المبارک میں ہمارے ساتھ تھے، لیکن آج وہ ہمارے درمیان نہیں رہے، وہ حضرات اپنی منزل کو پہنچ چکے ہیں، یقیناً ہم سب کو بھی ایک دن اِس دارِفانی سے دارِ آخرت کی طرف کُوچ کرنا ہے، لہٰذا جسے یہ مبارک مہینہ نصیب ہو، وہ بڑا ہی خوش بخت اور سعادت مند ہے، حضرت سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

"إِذَا دَخَلَ رَمَضَانُ، فُتِّحَتْ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ، وَغُلِّقَتْ أَبْوَابُ جَهَنَّمَ، وَسُلْسِلَتِ الشَّيَاطِيْنُ۔ (۱۳) جب رمضان کا مہینہ آتا ہے، تو جنّت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں، جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور شیاطین کو زنجیروں میں جکڑ دیا جاتا ہے۔"

رمضان شریف اور نُزولِ قرآن کریم

اللہ تعالیٰ نے اس ماہِ مبارک کو بہت سے فضائل و خصوصیات کے ساتھ، دیگر مہینوں سے ممتاز مقام ومرتبہ عطا فرمایا ہے، اس مبارک ماہ میں قرآن مجید کا نُزول ہوا، ارشادِ باری تعالیٰ ہے :

"شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ۔ (۱۴) رمضان وہ مبارک مہینہ ہے، جس میں قرآن پاک اُتارا گیا۔"

روزے سے متعلّق مسائل واَحکام سیکھنا

اس ماہِ مبارک کے استقبال کی ایک صورت یہ بھی ہے، کہ ہم اس کی آمد سے پہلے ہی روزے سے متعلّق مسائل واَحکام سیکھ لیں، چنانچہ حضرت سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

"إِذَا نَسِيَ فَأَكَلَ وَشَرِبَ، فَلْيُتِمَّ صَوْمَهُ فَإِنَّمَا أَطْعَمَهُ اللهُ وَسَقَاهُ۔ (۱۵) جب کوئی روزہ دار بُھول کر کھا پی لے، تو وہ اپنا روزہ پورا کرے؛ کیونکہ اُسے اللہ تعالیٰ نے کھلایا اور پلایا۔"

علمائے کرام فرماتے ہیں کہ "یہی حکم ہر اُس چیز کا ہے، جو دوا یا غذا نہ ہو اور بلا قصد واختیار حلق میں اُتر جائے، جیسے دھواں اور غُبار وغیرہ۔ البتہ قصداً دھواں وغیرہ نگلنے سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے، جیسے حقّہ، سگریٹ، بیڑی، بخور، اگربتی وغیرہ کا دھواں، اس میں قضا بھی ہے اور کفّارہ بھی" (۱۶) یعنی رمضان شریف کے بعد اس روزہ کی قضا کے طور پر ایک روزہ اور کفّارہ کے ساٹھ 60 روزے مسلسل رکھنے ہوں گے۔

روزہ دار کی شان

روزہ دار کے لیے خوشخبری ہے، حضرت سیّدنا سہل بن سعد

رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

"فِي الْجَنَّةِ ثَمَانِيَةُ أَبْوَابٍ، فِيهَا بَابٌ يُسَمَّى الرَّيَّانَ، لَا يَدْخُلُهُ إِلَّا الصَّائِمُونَ۔ (۱۷) جنّت کے آٹھ 8 دروازے ہیں، ان میں سے ایک کا نام ریّان ہے، اس دروازے سے صرف روزہ دار ہی داخل ہوں گے۔"

روزے کی جزا

حضرت سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، حضور نبی رحمت ﷺ نے فرمایا:

"مَنْ صَامَ رَمَضَانَ إِيمَاناً وَاحْتِسَاباً، غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ۔ (۱۸) جو ایمان کے ساتھ، ثواب کی خاطر رمضان کے روزے رکھے، اس کے گزشتہ گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔"

برکت والا مہینہ

ان شاء اللہ العزیز ہم سب مسلمان عنقریب رمضان المبارک کے استقبال کی سعادت حاصل کریں گے، یہ ایسا مبارک مہینہ ہے جس میں برکات عام ہوتی ہیں، رحمتیں نازل ہوتی ہیں، نیکیوں کا ثواب کئی گنا بڑھا دیا جاتا ہے، لغزشیں مُعاف کی جاتی ہیں، دعائیں قبول کی جاتی ہیں، جنّت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، جہنّم کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں۔ لہٰذا آپ سب کو یہ عظیم مہینہ مبارک ہو! اور آپ تمام مسلمانوں کے لیے خوش خبری ہو، جو اللہ ربّ العزّت نے آپ حضرات کے اِعزاز میں دی ہے، جس کی بشارت ہمارے پیارے آقا و مولا ﷺ نے اپنے اصحابِ کرام کو دی۔ مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ فرماتے ہیں:

"أَتَاكُمْ رَمَضَانُ شَهْرٌ مُبَارَكٌ، فَرَضَ اللهُ عَلَيْكُمْ صِيَامَهُ، تُفْتَحُ فِيهِ أَبْوَابُ السَّمَاءِ، وَتُغْلَقُ فِيهِ أَبْوَابُ الْجَحِيمِ، وَتُغَلُّ فِيهِ مَرَدَةُ الشَّيَاطِينِ، لِلَّهِ فِيهِ لَيْلَةٌ خَيْرٌ مِنْ أَلْفِ شَهْرٍ، مَنْ حُرِمَ خَيْرَهَا فَقَدْ حُرِمَ۔ (۱۹) تمہارے پاس رمضان کا مبارک مہینہ آیا، اللہ جلّ جلالہ نے تم پر اس کے روزے فرض کیے ہیں، اس مہینے میں آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، جہنّم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور شریر جن وشیاطین قید کر دیئے جاتے ہیں، اس ماہ مبارک میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک ایسی بابرکت رات ہے، جو ہزار مہینوں سے افضل و بہتر ہے یعنی شبِ قدر، تو جو اس کے ثواب سے محروم رہا وہ حقیقۃً محروم ہے۔"

اجرِ عظیم

بلاشبہ ماہِ رمضان کا تشریف لانا، رب تعالیٰ کی ایک عظیم نعمت ہے، لہٰذا ہم سب پر لازم ہے کہ اس سے وہ فوائد حاصل کریں، جو ہمارے لیے دنیا و آخرت میں بھلائی کا باعث ہوں، حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا:

"قَالَ اللهُ: كُلُّ عَمَلِ ابْنِ آدَمَ لَهُ إِلَّا الصِّيَامَ؛ فَإِنَّهُ لِي، وَأَنَا أَجْزِي بِهِ، وَالصِّيَامُ جُنَّةٌ، وَإِذَا كَانَ يَوْمُ صَوْمِ أَحَدِكُمْ، فَلَا يَرْفُثْ وَلَا يَصْخَبْ، فَإِنْ سَابَّهُ أَحَدٌ أَوْ قَاتَلَهُ فَلْيَقُلْ: إِنِّي امْرُؤٌ صَائِمٌ، وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ! لَخُلُوفُ فَمِ الصَّائِمِ أَطْيَبُ عِنْدَ اللهِ مِنْ رِيحِ الْمِسْكِ، لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ يَفْرَحُهُمَا: (1) إِذَا أَفْطَرَ فَرِحَ، (2) وَإِذَا لَقِيَ رَبَّهُ فَرِحَ بِصَوْمِهِ۔ (۲۰) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ آدمی کا ہر عمل اُس کی اپنی ذات کے لیے ہے سوائے روزے کے؛ کہ وہ میرے لیے ہے اور اُس کا بدلہ میں خود دُوں گا، روزہ عذاب سے بچانے والی ڈھال ہے اور جب تم میں سے کوئی روزے سے ہو، تو نہ فحش بات کرے اور نہ کسی سے جھگڑے، اگر اُسے کوئی گالی دے یا جھگڑے، تو اُس سے کہہ دے کہ میں روزے سے ہوں۔ اُس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! روزہ دار کے منہ کی بُو، اللہ تعالیٰ کو مُشک کی خوشبو سے بھی زیادہ پسند ہے، روزہ دار کے لیے دو 2 خوشیاں ہیں جن سے اُسے فرحت ہوتی ہے: (1) ایک اِفطار کی خوشی، (2) اور دوسری اپنے رب تعالیٰ سے ملاقات کی خوشی۔"

جہنم سے آزادی

ہم سب مسلمان اس عظیم موسمِ عبادات و برکات کے اشتیاق میں ہیں؛ تاکہ بھلائی کے میدان میں ایک دوسرے سے آگے

* مضمون نگار وزارت اوقاف ابوظہبی کے مفتی ہیں۔

بڑھنے کی کوشش کریں اور اجرِ عظیم پائیں۔ تو کون ہے جو اپنے رب تعالیٰ کی جنّت کا امیدوار ہے؟! اور کوشش کرتا ہے کہ اُسے جہنّم سے آزاد کردہ لوگوں میں شمار کرلیا جائے؟! سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

"إِذَا كَانَ أَوَّلُ لَيْلَةٍ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ، صُفِّدَتِ الشَّيَاطِينُ وَمَرَدَةُ الْجِنِّ، وَغُلِّقَتْ أَبْوَابُ النِّيرَانِ، فَلَمْ يُفْتَحْ مِنْهَا بَابٌ، وَفُتِّحَتْ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ فَلَمْ يُغْلَقْ مِنْهَا بَابٌ، وَيُنَادِي مُنَادٍ :يَا بَاغِيَ الْخَيْرِ أَقْبِلْ! وَيَا بَاغِيَ الشَّرِّ أَقْصِرْ! وَلِلّٰهِ عُتَقَاءُ مِنَ النَّارِ، وَذَلِكَ كُلَّ لَيْلَةٍ۔ (٢١) جب ماہِ رمضان کی پہلی رات آتی ہے، تو شیاطین اور سرکش جنّات کو بیڑیاں ڈال دی جاتی ہیں، جہنّم کے دروازے بند کردیئے جاتے ہیں، کہ اُن میں سے کوئی بھی دروازہ نہیں کھولا جاتا، جنّت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور اُن میں سے کوئی بھی دروازہ بند نہیں کیا جاتا اور ایک مُنادی پکارتا ہے، کہ اے طالبِ خیر آگے بڑھو! اور اے شرّ کے متلاشی باز آجاؤ! اور اللہ تعالیٰ کئی لوگوں کو جہنّم سے آزاد فرماتا ہے اور اسی طرح کا مُعاملہ رمضان کی ہر رات میں رہتا ہے۔"

چاند دیکھ کر پڑھنے کی دعا

جب ہم اس مبارک ماہ کو پائیں اور اس مہینے کا چاند دیکھیں، تو اس وقت یہ دعا پڑھنی چاہیے، ہمارے آقا رحمتِ عالمیان صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم دعا کرتے:

"اللّٰهُمَّ أَهْلِلْهُ عَلَيْنَا بِالْيُمْنِ وَالْإِيمَانِ، وَالسَّلَامَةِ وَالْإِسْلَامِ، رَبِّي وَرَبُّكَ اللهُ۔ (٢٢) الٰہی! اس نئے چاند کا طلوع ہونا ہمارے لیے امن، ایمان، سلامتی اور اسلام کا ذریعہ بنا، اے چاند! میرا اور تیرا رب اللہ ہے۔"

لہٰذا ہمیں رمضان کا بہترین استقبال کرنا ہے، اس میں خوب عبادات و اعمالِ صالحہ کرنے ہیں، اللہ و رسول کو خوب راضی کرنا ہے اور اس ماہِ مبارک کی آمد سے پہلے ہی نیک کاموں کی طرف رجوع و سبقت کرنی ہے، ان شاء اللہ!

اے اللہ! شعبان کے ان بقیہ لمحات میں ہمارے لیے برکت دے، اور ہمیں بخیر و عافیت رمضان تک پہنچا دے، روزوں اور نمازِ تراویح میں ہماری مدد فرما، ہمیں تمام گناہوں سے بچنے کی توفیق عطا فرما، ہمیں ملک و قوم کی خدمت اور اس کی حفاظت کی سعادت نصیب فرما، باہمی اتحاد و اتفاق اور محبت و الفت کو اور زیادہ فرما، ہمیں اَحکامِ شریعت پر صحیح طور پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرما۔ ہماری دعائیں اپنی بارگاہِ بےکس پناہ میں قبول فرما، ہم تجھ سے تیری رحمتوں کا سوال کرتے ہیں، تجھ سے مغفرت چاہتے ہیں، ہر گناہ سے سلامتی و چھٹکارا چاہتے ہیں، ہم تجھ سے تمام بھلائیوں کے طلبگار ہیں، ہمارے غموں کو دُور فرما، ہمارے قرضے اُتار دے، ہمارے بیماروں کو شفایاب کردے، ہماری حاجتیں پوری فرما، ہمارے رزقِ حلال میں برکت عطا فرما، ہمیشہ مخلوق کی محتاجی سے محفوظ فرما، اپنی محبت و اطاعت کے ساتھ سچی بندگی کی توفیق عطا فرما، خَلقِ خدا کے لیے ہمارا سینہ کشادہ اور دل نرم فرما، الٰہی! ہمارے اَخلاق اچھے اور ہمارے کام عمدہ کردے، ہمارے اعمالِ حسنہ کو قبول فرما، ہمیں تمام گناہوں سے بچا، دنیا کے تمام مسلمانوں کی جان و مال اور عزّت و آبرو کی حفاظت فرما، ان کے مسائل کو اُن کے حق میں خیر و برکت کے ساتھ حل فرما، آمین یا ربّ العالمین وصلّى الله تعالىٰ على خير خلقه ونورِ عرشه، سيّدنا ونبيّنا وحبيبنا وقرّةِ أعيُننا محمّدٍ، وعلى آله وصحبه أجمعين وبارَك وسلَّم. والحمد لله ربّ العالمين!

حوالہ جات: (١) پ2، البقرة.183 (٢) تفسیر خزائن العرفان، پ2، البقرة، زیرِ آیت 183، ص49 ملتقطاً (٣) پ2، البقرة.83 (٤) صحیح البخاری کتاب الصّوم، ر١٩٠٣، ص.٣٠٦ (٥) تفسیر ضیاء القرآن، البقرة، زیرِ آیت ١،١٨٣/ ١٢٣، ١٢٤ بتصرّف (٦) السنن الکبری للبیهقی، کتاب الصیام، 4/.209 (٧) شعب الإیمان، باب فی الصوم، ر3649، 3/.1344 (٨) پ2، البقرة 184 (٩) المعجم الأوسط، باب المیم، بقیة اسمه میم، ر٨٣١٢، ٦/.١٤٧ (٩) پ2، البقرة.184 (١٠) پ2، البقرة.184 (١١) تفسیر نور العرفان، البقرة، زیرِ آیت ١٨٤، ص٤٢ (١٢) صحیح البخاری، باب صفة إبلیس وجنوده، ر٣٢٧٧، ص.٥٤٦ (١٣) پ٢، البقرة.١٨٥ (١٤) صحیح البخاری، کتاب الصّوم، ر١٩٣٣، ص٣١٠ (١٥) نزهة القاری، باب الصائم إذا أکل أو شرب ناسیاً، تحت ر٣٤٣، ٥/ ٥٤ و بہارِ شریعت، کن چیزوں سے روزہ نہیں جاتا، حصہ5، ١/ ٩٨٢ (١٦) صحیح البخاری، باب صفة أبواب الجنّة، ر٣٢٥٧: ، ص.٥٤٣ (١٧) صحیح البخاری، کتاب الصّوم، ر١٩٠١: ، ص.٣٠٦ (١٨) سنن النّسائی، کتاب الصیام، ر2102، الجزء4، ص١٣١-١٣٢ (١٩) صحیح البخاری، کتاب الصّوم، ر١٩٠٤، ص.٣٠٦ (٢٠) سنن الترمذی، باب ما جاء فی فضل شهر رمضان، ر682، ص١٧٤ (٢١) سنن الترمذی، باب ما یقول عند رؤیة الهلال، ر3451، ص.٧٨٨۔

◆◆◆

از: از: مولانا محمد ایوب مصباحی *

ماہِ رمضان! بے شمار فضائل و برکات کا حامل

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو مغفرت کے مواقع فراہم کرتا رہتا ہے، کبھی شب عاشورا کبھی شب برآت اور شب قدر اور کبھی ماہ رمضان کے ذریعے لوگوں پر انعامات و اکرام کی بارش کرتا رہتا ہے۔ رمضان میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے بندوں کے لیے انعامات کی موسلا دھار بارش فرمائی ہے اور گناہگاروں کی مغفرت کے مختلف مواقع عنایت فرمائے ہیں۔

آئیے احادیث کریمہ کی روشنی میں ان فضائل کا جائزہ لیتے ہیں، رمضان میں شیطانوں کو زنجیروں سے جکڑ دیا جاتا ہے:

1 عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی الله عنه، يَقُوْلُ: قَالَ رَسُوْلُ الله صلی الله علیه و آله و سلم: إِذَا دَخَلَ رَمَضَان فُتِحَتْ أَبْوَابُ السَّمَاءِ، وَغُلِّقَتْ أَبْوَابُ جَهَنَّمَ، وَ سُلْسِلَتِ الشَّيَاطِينُ۔ (بخاری شریف، کتاب الصوم، باب: ہل یقال رمضان آوشہر رمضان ومن رآی کلہ واسعا، ج1، ص255: مطبوعہ مجلس برکات) ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب رمضان آتا ہے تو آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور شیاطین کو زنجیروں سے جکڑ دیا جاتا ہے۔

رمضان کی ہر شب جہنمیوں کو جہنم سے آزاد کیا جاتا ہے:

2 عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی الله عنه، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ الله صلی الله علیه و آله و سلم: إِذَا كَانَ أَوَّلُ لَيْلَةٍ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ، صُفِّدَتِ الشَّيَاطِينُ، وَمَرَدَةُ الجِنِّ، وَغُلِّقَتْ أَبْوَابُ النَّارِ، فَلَمْ يُفْتَحْ مِنْهَا بَابٌ، وَفُتِّحَتْ أَبْوَابُ الجَنَّةِ، فَلَمْ يُغْلَقْ مِنْهَا بَابٌ، وَيُنَادِي مُنَادٍ: يَا بَاغِيَ الخَيْرِ، أَقْبِلْ، وَيَا بَاغِيَ الشَّرِّ، أَقْصِرْ، وَلله عُتَقَاءُ مِنَ النَّارِ، وَذٰلِكَ كُلَّ لَيْلَةٍ۔ (جامع ترمذی، کتاب الصوم، باب ماجاء فی فضل شہر رمضان، ج1، ص369) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا: جب ماہ رمضان کی پہلی رات ہوتی ہے تو شیطانوں اور سرکش جنوں کو بیڑیاں پہنادی جاتی ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور ان میں سے کوئی دروازہ کھولا نہیں جاتا اور جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں پس ان میں سے کوئی دروازہ بند نہیں کیا جاتا، ایک ندا دینے والا پکارتا ہے: اے طالب خیر! آگے آ، اے شر کے متلاشی! رک جا اور اللہ تعالیٰ کئی لوگوں کو جہنم سے آزاد کر دیتا ہے، ماہ رمضان کی ہر رات یونہی ہوتا رہتا ہے۔"

جو روزے کی برکتوں سے محروم رہا وہ محروم کر دیا گیا:

3 عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی الله عنه، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ الله صلی الله علیه و آله و سلم: أَتَاكُمْ رَمَضَانُ شَهْرٌ مُبَارَكٌ فَرَضَ اللهُ عَلَيْكُمْ صِيَامَهُ تُفْتَحُ فِيهِ أَبْوَابُ السَّمَاءِ وَتُغْلَقُ فِيهِ أَبْوَابُ الجَحِيمِ وَتُغَلُّ فِيهِ مَرَدَةُ الشَّيَاطِينِ فِيهِ لَيْلَةٌ خَيْرٌ مِنْ أَلْفِ شَهْرٍ مَنْ حُرِمَ خَيْرَهَا فَقَدْ حُرِمَ۔ (سنن نسائی، کتاب الصیام، باب ذکر الاختلاف علی معمر فیہ، ج1، ص299 /مخرجۃ الاحادیث) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمہارے پاس ماہ رمضان آیا، یہ مبارک مہینہ ہے، اللہ تعالیٰ نے تم پر اس کے روزے فرض کیے ہیں، اس میں آسمانوں کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور بڑے شیاطین جکڑ دیئے جاتے ہیں، اس (مہینہ) میں للہ تعالیٰ کی ایک ایسی

* مضمون نگار دار العلوم گلشن مصطفیٰ بہادر گنج مراد آباد کے صدر المدرسین ہیں۔

رات (بھی) ہے جو ہزار مہینوں سے افضل ہے جو اس کے ثواب سے محروم ہو گیا سو وہ محروم ہو گیا۔"

جو رمضان میں اپنی مغفرت نہ کرا سکا تو پھر کب کرائے گا؟

4عَنْ أَنَسٍ رضى الله عنه قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ الله صلى الله عليه وآله وسلم يَقُوْلُ: هَذَا رَمَضَانُ قَدْ جَاءَ تُفْتَحُ فِيْهِ أَبْوَابُ الجنَّةِ وَتُغْلَقُ أَبْوَابُ النَّارِ وَتُغَلُّ فِيْهِ الشَّيَاطِين. بُعْدًا لمنْ أَدْرَكَ رَمَضَانَ فَلَمْ يُغْفَرْ لَهُ إِذَا لم يُغْفَرْ لَهُ فِيْهِ فَمَتَى؟ (مصنف ابن ابی شیبۃ، کتاب الصیام، باب ذکر فی فضل رمضان وثوابہ، ج4:، ص8:/ مطبوعہ: الفارق الحدیث) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اُنھوں نے بیان کیا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: رمضان المبارک کا مقدس مہینہ آ گیا ہے، اس میں جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں، اس میں شیاطین کو (زنجیروں میں) جکڑ دیا جاتا ہے، وہ شخص بڑا ہی بدنصیب ہے جس نے رمضان کا مہینہ پایا لیکن اس کی بخشش نہ ہوئی، اگر اس کی اس (مغفرت کے) مہینہ میں بھی بخشش نہ ہوئی تو (پھر) کب ہوگی؟"

دو رمضانوں کے روزے درمیان کے گناہوں کے لیے کفارہ

5عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ الله صلى الله عليه وآله وسلم كَانَ يَقُوْلُ: اَلصَّلَوَاتُ الخمْسُ وَالجمُعَةُ وَرَمَضَانُ إِلَى رَمَضَانَ مُكَفِّرَاتٌ مَا بَيْنَهُنَّ إِذَا اجْتَنَبَ الْكَبَائِرَ۔ (صحیح مسلم، کتاب الطہارۃ، باب فضل الوضوء، ج1:، ص: 122/ مطبوعہ: مجلس برکات، مبارک پور) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پانچ نمازیں اور جمعہ پڑھنا اور ایک رمضان سے دوسرے رمضان کے روزے رکھنا، ان کے درمیان واقع ہونے والے گناہوں کے لیے کفارہ بن جاتے ہیں، جب تک کہ انسان گناہ کبیرہ نہ کرے۔"

رمضان مومن صالح کے لیے مفید اور منافق کے لیے مضر ہے

6عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضى الله عنه يَقُوْلُ: قَالَ رَسُوْلُ الله: أَظَلَّكُمْ شَهْرُكُمْ هَذَا بِمَحْلُوْفِ رَسُوْلِ الله صلى الله عليه وآله وسلم مَا مَرَّ بِالمسْلِمِين شَهْرٌ خَيرٌ لهمْ مِنْهُ وَلَا مَرَّ بِالمنَافِقِين شَهْرٌ شرٌّ لهمْ مِنْهُ بِمَحْلُوْفِ رَسُوْلِ الله لَيَكْتُبُ أَجْرَهُ وَنَوَافِلَهُ قَبْلَ أَنْ يُدْخِلَهُ وَيَكْتُبُ إِصْرَهُ وَشَقَائَهُ قَبْلَ أَنْ يُدْخِلَهُ وَذٰلِكَ أَنَّ المؤْمِنَ يَعِدُّ فِيْهِ الْقُوَّةَ مِنَ النَّفَقَةِ لِلْعِبَادَةِ وَيُعِدُّ فِيْهِ المنَافِقُ اتِّبَاعَ غَفَلَاتِ المؤْمِنِينَ وَاتِّبَاعَ عَوْرَاتِهِمْ۔ (صحیح ابن خزیمۃ، کتاب الصیام، باب فی فضل شهر رمضان وانه خير الشهور للمسلمين وذكر اعداد المؤمن القوة من النفقة للعبادة قبل دخوله، ج2:، ص472/ مطبوعہ: دار التاصیل) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حلفاً فرمایا: تم پر ایسا مہینہ سایہ فگن ہو گیا ہے کہ مسلمانوں پر اس سے بہتر مہینہ اور منافقین پر اس سے بڑھ کر برا مہینہ کبھی نہیں آیا پھر دوبارہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حلفاً ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ اس مہینے کا ثواب اور اس کی نفلی عبادت اس کے آنے سے پہلے لکھ دیتا ہے اور اس کی بدبختی اور گناہ بھی اس کے آنے سے پہلے لکھ دیتا ہے، کیوں کہ مومن اس میں انفاق کے ذریعے قوت حاصل کر کے عبادت کرنے کی تیاری کرتا ہے اور منافق مومنوں کی غفلتوں اور ان کے عیب تلاش کرنے کی تیاری کرتا ہے۔"

جس نے رمضان پایا اور اپنے گناہوں کی مغفرت نہ کرا سکا تو وہ اللہ کی رحمت سے دور ہے:

7عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ رضى الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ الله صلى الله عليه وآله وسلم: احْضُرُوْا المنْبَرَ فَحَضَرْنَا. فَلَمَّا ارْتَقَى الدَّرَجَةَ قَالَ: آمِين فَلَمَّا ارْتَقَى الدَّرَجَةَ الثَّانِيَةَ، قَالَ: آمِين فَلَمَّا ارْتَقَى الدَّرَجَةَ الثَّالِثَةَ قَالَ: آمِين فَلَمَّا نَزَلَ، قُلْنَا: يَا رَسُوْلَ الله، سَمِعْنَا مِنْكَ الْيَوْمَ شَيْئًا مَا كُنَّا نَسْمَعُهُ، قَالَ: إِنَّ جِبرِيْلَ عَرَضَ لِي فَقَالَ: بُعْدًا لمنْ أَدْرَكَ رَمَضَانَ فَلَمْ يُغْفَرْ لَهُ قُلْتُ

آمِینَ. فَلَمَّا رَقِیتُ الثَّانِیَّةَ قَالَ: بُعْدًا لِمَنْ ذُکِرْتَ عِنْدَہُ فَلَمْ یُصَلِّ عَلَیْکَ، قُلْتُ: آمِینَ، فَلَمَّا رَقِیتُ الثَّالِثَةَ، قَالَ: بُعْدًا لِمَنْ أَدْرَکَ أَبَوَاہُ الْکِبَرَ عِنْدَہُ أَوْ أَحَدُھُمَا فَلَمْ یُدْخِلَاہُ الْجَنَّةَ. قُلْتُ: آمِینَ. (المستدرک للحاکم، کتاب البر والصلة، ج 4، ص 170 / المکتبة الشاملة) حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول للہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا: منبر کے پاس آجاؤ، ہم آگئے، جب ایک درجہ چڑھے تو فرمایا: آمین، جب دوسرا چڑھے تو فرمایا: آمین، اور جب تیسرا چڑھے تو فرمایا: آمین، جب اترے تو ہم نے عرض کیا: یارسول للہ! ہم نے آج آپ سے ایک ایسی چیز سنی ہے جو پہلے نہیں سنا کرتے تھے، آپ نے فرمایا: جبرئیل میرے پاس آئے اور کہا: جسے رمضان ملا لیکن اسے بخشا نہ گیا وہ بدقسمت ہو گیا۔ میں نے کہا: آمین۔ جب میں دوسرے درجے پر چڑھا تو انھوں نے کہا: جس کے سامنے آپ کا نام لیا گیا اور اس نے درود نہ بھیجا وہ بھی بدقسمت ہو گیا، میں نے کہا: آمین جب میں تیسرے درجے پر چڑھا تو انھوں نے کہا: جس شخص کی زندگی میں اس کے ماں باپ دونوں یا ان میں سے ایک بوڑھا ہو گیا اور انھوں نے اسے (خدمت واطاعت کے باعث) جنت میں داخل نہ کیا، وہ بھی بدقسمت ہو گیا، میں نے کہا: آمین۔"

بندہ اگر رمضان کی برکتیں جان لے تو تمنا کرے کہ پورا سال رمضان ہو:

8 حضرت ابو مسعود غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رمضان کا مہینہ شروع ہو چکا تھا کہ ایک دن میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: اگر لوگوں کو رمضان کی رحمتوں اور برکتوں کا پتہ ہوتا تو وہ خواہش کرتے کہ پورا سال رمضان ہی ہو۔ (شعب الإیمان للبیھقی، باب فی الصیام، فصل: فضائل شھر رمضان، ج 5، ص 245 / مکتبة الرشد)

رمضان المبارک میں نفل فرض اور فرض ستر فرضوں کے برابر

8 حضرت سلمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شعبان کے آخری دن ہمیں خطاب کیا اور فرمایا: اے لوگو! تم پر ایک عظیم الشان اور بابرکت مہینہ سایہ فگن ہو گیا ہے، اس میں ایک ایسی رات ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کے روزوں کو فرض کیا ہے اور راتوں کے قیام کو نفل، جو شخص اس میں قرب الٰہی کی نیت سے کوئی نیکی کرتا ہے اسے دیگر مہینوں میں ایک فرض ادا کرنے کے برابر سمجھا جاتا ہے اور جو شخص اس میں ایک فرض ادا کرتا ہے گویا اس نے باقی مہینوں میں ستر فرض ادا کیے، یہ صبر کا مہینہ ہے اور صبر کا ثواب جنت ہے، یہ غم خواری کا مہینہ ہے، اس مہینے میں مومن کا رزق بڑھا دیا جاتا ہے، جو شخص کسی روزہ دار کو افطاری کراتا ہے اس کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور اسے دوزخ سے آزاد کر دیا جاتا ہے، نیز اسے اس (روزہ دار) کے برابر ثواب ملتا ہے، اس سے اس کے ثواب میں کوئی کمی واقع نہیں ہوتی، صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہم میں سے ہر ایک روزہ افطار کرانے کی طاقت نہیں رکھتا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ ثواب اللہ تعالیٰ ایک کھجور کھلانے یا پانی پلانے یا دودھ کا ایک گھونٹ پلا کر افطاری کرانے والے کو بھی دے دیتا ہے، اس مہینے کا ابتدائی حصہ رحمت ہے، درمیانہ حصہ مغفرت ہے اور آخری حصہ دوزخ سے آزادی ہے جو شخص اس مہینے میں اپنے ملازم پر تخفیف کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے بخش دیتا ہے اور اسے دوزخ سے آزاد کر دیتا ہے، اس میں چار کام زیادہ سے زیادہ کرنے کی کوشش کرو، دو کاموں کے ذریعے تم اپنے رب کو راضی کرو گے اور دو کاموں کے بغیر تمہارے لیے کوئی چارہ کار نہیں، جن دو کاموں کے ذریعے تم اپنے رب کو راضی کرو گے ان میں سے ایک لا الہ الا اللہ کی گواہی دینا ہے اور دوسرا اس سے بخشش طلب کرنا ہے، جن دو کاموں کے بغیر تمہارے لیے کوئی چارہ نہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ سے جنت کا سوال کرو اور دوسرا یہ ہے کہ دوزخ سے پناہ مانگو، جو شخص روزہ دار کو پانی پلائے گا اللہ

اسلامیات

تعالیٰ اسے میرے حوض سے پانی پلائے گا، اسے جنت میں داخل ہونے تک پیاس نہیں لگے گی۔'' (صحیح ابن خزیمہ، کتاب الصوم، باب فضائل شہر رمضان ان صح الخبر، ج2، ص475/ مکتبہ: دار التاصیل)

رمضان المبارک کی ایسی پانچ خوبیاں جو کسی اور نبی کو نہیں ملیں

11 حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری اُمت کو ماہ رمضان میں پانچ تحفے ملے ہیں جو اس سے پہلے کسی نبی کو نہیں ملے۔ پہلا یہ ہے کہ جب رمضان کی پہلی رات ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ ان کی طرف نظرِ التفات فرماتا ہے اور جس پر اُس کی نظرِ رحمت پڑ جائے اسے کبھی عذاب نہیں دے گا، دوسرا یہ ہے کہ شام کے وقت ان کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کو کستوری کی خوشبو سے بھی زیادہ اچھی لگتی ہے۔ تیسرا یہ ہے کہ فرشتے ہر دن اور ہر رات ان کے لیے بخشش کی دعا کرتے رہتے ہیں۔ چوتھا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی جنت کو حکم دیتا ہے کہ میرے بندوں کے لیے تیاری کر لے اور مزین ہو جا، تا کہ وہ دنیا کی تھکاوٹ سے میرے گھر اور میرے دارِ رحمت میں پہنچ کر آرام حاصل کریں، پانچواں یہ ہے کہ جب (رمضان کی) آخری رات ہوتی ہے ان سب کو بخش دیا جاتا ہے، ایک صحابی نے عرض کیا: کیا یہ شبِ قدر ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا: نہیں، کیا تم جانتے نہیں ہو کہ جب مزدور اپنے کام سے فارغ ہو جاتے ہیں تو انھیں پوری پوری مزدوری دی جاتی ہے؟'' (الترغیب والترہیب للمنذری، کتاب الصوم، باب الترغیب فی صیام رمضان احتسابا وقیام لیلۃ سیما لیلۃ القدر وماجاء فی فضلہ، ص424 : /مکتبۃ المعارف)

رمضان المبارک میں اللہ سے مانگنے والا نامراد نہیں ہوتا

12 حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ماہِ رمضان میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والا بخش دیا جاتا ہے اور اس ماہ میں اللہ تعالیٰ سے مانگنے والے کو نامراد نہیں کیا جاتا۔'' (المعجم الأوسط للطبرانی، ج6 : ص195/ مکتبہ: دار الحرمین)

روزہ داروں کو باب الریان سے بلایا جائے گا

13 حضرت سہل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت میں ایک دروازہ ہے جسے ریان کہا جاتا ہے، قیامت کے دن اس سے روزہ دار داخل ہوں گے، ان کے علاوہ کوئی داخل نہ ہوگا، کہا جائے گا: روزہ دار کہاں ہیں؟ تو وہ اٹھ کھڑے ہوں گے، ان کے علاوہ اس سے کوئی داخل نہ ہوگا، جب وہ داخل ہو جائیں گے تو دروازہ ان پر بند کر دیا جائے گا اور پھر اس سے ان کے علاوہ کوئی داخل نہ ہوگا۔'' (صحیح ابن خزیمہ، کتاب الصوم، باب: ذکر باب الجنۃ الذی یخص بدخولہ الصوام دون غیرھم، ج2، ص473/ مکتبہ: دار التاصیل)

روزہ رکھنے والے کے اگلے تمام گناہ بخش دیئے جاتے ہیں

14 حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس نے اخلاص سے اور ثواب حاصل کرنے کی نیت سے شب قدر میں قیام کیا اس کے گزشتہ گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں اور جس نے اخلاص سے اور ثواب حاصل کرنے کی نیت سے روزہ رکھا تو اس کے اگلے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ (صحیح ابن خزیمۃ، کتاب الصوم، باب ذکر مغفرۃ الذنوب السالفۃ بصوم شہر رمضان ایمانا واحتسابا، ج2، ص478/ مکتبۃ التاصیل)

رمضان کے بعد چھ روزے رکھنے کا ثواب

15 حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جس نے رمضان کے روزے رکھے اور اس کے بعد چھ روزے شوال کے رکھے تو گویا اس نے پورے سال کے روزے رکھے۔ (صحیح مسلم، کتاب الصوم، باب استحباب صوم ست من شوال اتباعا لرمضان، ج1، ص369/ مطبوعہ: مجلس برکات)

اللہ تمام مسلمان اہل سنت والجماعت کو رمضان المبارک کے برکات وثمرات سے بہرہ ور فرمائے، آمین۔

◆◆◆

قارئین کرام توجہ فرمائیں

قارئین! اگر آپ میں سے کسی کو رسالہ نہیں مل پا رہا ہے تو 8755096981 پر ہمیں ضرور مطلع فرمائیں۔

از: حافظ افتخار احمد قادری*

روزہ! خواہشات سے بچنے کے لئے ڈھال ہے

اسلامیات

عقیدہ کی درستگی کے بعد مسلمانوں پر چار اعمال نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ کی ادائیگی فرض ہے، ایک مسلمان کے لئے دین و دنیا میں ہر کام سے زیادہ اہم ضروری یہی چار کام ہیں، ہر کام پر ان چار کی ادائیگی کو ترجیح حاصل ہے ان کے بغیر کوئی بھی شخص نہ کامل مسلمان ہوسکتا ہے۔ نہ اللہ رب العزت کا قریب و محبوب بن سکتا ہے، اسی لئے قرآن وحدیث میں اللہ رب العزت اور اس کے رسول ﷺ نے جگہ جگہ ان کی تاکید فرمائی اور ان چار کاموں میں کوتاہی کرنے پر سخت وعیدیں بھی وارد ہوئی ہیں اور ان کی ادائیگی پر طرح طرح کے انعامات کی خوشخبریاں سنائی گئی، حق یہ ہے کہ انسان وجن کی پیدائش کا مقصد یہی چار کام ہیں، ان کے بغیر انسان کی زندگی بالکل بے مقصد اور بیکار ہے، انہیں چار کاموں میں ایک روزہ بھی ہے، یہ ایک بدنی عبادت ہے اور سال بھر کے انسانی زندگی کے نظام بندگی کو درست کرنے اور کنٹرول میں رکھنے کے لئے مہینے بھر کی ایک روحانی تربیت ہے جو اللہ رب العزت نے اپنے بندوں پر لازم کی ہے۔

روزہ ہجرت کے بعد ۲ رہجری میں فرض ہوا، روزہ دیگر عبادتوں کی بہ نسبت اس حیثیت سے خصوصی اہمیت کا حامل ہے کہ حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ روزہ میرے لئے ہے اور میں ہی اس کی جزا دیتا ہوں، ایک روایت میں ہے کہ روزہ کی جزا میں ہی ہوں۔ (مکاشفۃ القلوب)

بندے کے لئے اس سے بڑھ کر انعام اور کیا ہوسکتا ہے کہ اللہ رب العزت فرمائے کہ میں ہی جزا ہوں یعنی رمضان المبارک کے روزوں کی وجہ سے اللہ رب العزت روزہ دار بندے کا ہوجاتا ہے اور اللہ رب العزت جس بندے کا ہوجائے اس کے لئے اس کی کل نعمتیں ہوجاتی ہیں۔ بڑے خوش قسمت ہیں وہ جنہیں رمضان المبارک کے روزوں کی توفیق ملتی ہے۔

روزہ کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ نماز حج اور زکوٰۃ ادا کرنے والوں کے مقابلے روزہ داروں کا تناسب ہمیشہ زیادہ رہا ہے اور روزہ کے معاملے میں خاص طور سے عورتیں بہت حساس اور بیدار ہوتی ہیں۔ روزہ دار مردوں کی بہ نسبت روزہ دار عورتوں کی تعداد زیادہ ہوتی ہے امید کہ روزہ سے دل چسپی ہی مغفرت کا ذریعہ بن جائے گی۔ اللہ رب العزت روزہ کے صدقے میں روزہ کی طرح اور دیگر عبادات یعنی نماز حج اور زکوٰۃ کی ادائیگی کے تئیں بھی مسلمانوں میں احساس ذمہ داری اور بیداری پیدا فرمائے کہ ان سے بھی کسی کو مفر نہیں بلکہ یہ عبادتیں روزے سے کہیں زیادہ اہم اور ضروری ہیں۔

روزہ طلوع فجر صادق سے غروب آفتاب تک کھانے پینے اور جنسی تعلقات سے باز رہنے کا نام ہے، روزہ کی یہی ظاہری شکل ہے لیکن روزہ کی روح یہ ہے کہ مذکورہ تینوں چیزوں کے ساتھ ان تمام چیزوں سے بھی باز رہا جائے جو روزہ کے مقاصد اور اس کی تکمیل، حکمتوں اور اخلاقی وروحانی فوائد کے منافی ہیں۔ حقیقی اور کامل روزہ وہ ہے جس میں روزہ دار اپنے دل کو غلط خیالات اور فحش احساسات سے دور رکھے اور زبان کو کثرت گفتگو بدکلامی، شور وشغف، گالی گلوچ، جھوٹ، غیبت، چغلی اور لڑائی جھگڑے کی باتوں سے بچائے اور کان، آنکھ کو بھی ناجائز وحرام باتوں اور مناظر سے محفوظ رکھے۔ گویا وہ روزہ جو دل کے تقویٰ اور زبان، کان، آنکھ اور دیگر اعضاء کی عفت و پاکدامنی کی رو سے خالی ہو وہ ظاہری روزہ تو کہا جاسکتا ہے مگر روحانی اور حقیقی روزہ نہیں کہا جاسکتا ہے جو دین اسلام کا مطلوب ہے اور جس پر اجزی بہ جیسے زبردست اجر کی خوشخبری دی گئی ہے۔

مضمون نگار کریم گنج، پورن پور، ضلع پیلی بھیت، یوپی کے متوطن ہیں۔

روزہ کا ایک مقصد اور خصوصیت یہ بھی ہے کہ بندہ خورد و نوش کے اس عادی نظام سے آزاد ہو کر سال میں مہینہ بھر زندگی کے کچھ ایسے لمحات گزارے جن میں لذت کام و دہن کا سامان دسترس میں ہونے کے باوجود بھوک اور پیاس کا مزہ چکھے اور اس میں ایسی روحانی لذت محسوس کرے جو نوع بہ نوع پر تکلف اور لذیذ اشیائے خورد و نوش میں بھی محسوس نہیں ہوتی اور اسے خلوے معدہ کی حالت میں خلوے خواہش نفسانی سے آزادی، روحانی لطافت و بالیدگی، سکون خاطر اور صفائے قلب حاصل ہو۔ لیکن آج مسلمان روزہ کے اس عظیم روحانی مقصود کے ساتھ بڑی بے انصافی سے کام لینے لگا ہے۔

افطار میں انواع و اقسام کے پر تکلف اور لذیذ کھانوں کی ایسی فراوانی اور اس قدر غیر ضروری اہتمام ہونے لگا ہے کہ روزہ کی مقصدیت ہی فوت ہو گئی ہے۔ دن بھر بھوکا رہنے کے بعد جب روزہ دار پر تکلف دستر خوان اپنے سامنے پاتا ہے تو اذان مغرب ہوتے ہی ان کھانوں پر ٹوٹ پڑتا ہے حتیٰ کہ وہ کھانے کے سوا دعائے افطار پڑھنا اور وقت مستحب میں نماز مغرب ادا کرنا بھی بھول جاتا ہے اور کھانے کی محویت اسے اتنا بے حس بنا دیتی ہے کہ جب تک حلق تک پیٹ نہیں بھر لیتا کھانے سے ہاتھ نہیں کھینچتا۔ ایسی بسیار خوری کے نتیجہ میں جس نے دن بھر کھانے کی تلافی کر دی ہے۔

روزہ دار اپنے دشمن نفس شیطان پر غالب آنے اور شہوت دبانے کے بجائے مغلوب ہو کر شہوت کو مزید برانگیختہ کر لیتا ہے اور پھر صفائے قلب اور دیگر روحانی فوائد کا حصول تو کہاں معدے کے بوجھ سے وہ اتنا سست ہو جاتا ہے کہ قیام اللیل یعنی تراویح و تہجد کو بھی خطرے میں ڈال دیتا ہے، بعض لوگ تو ہوس میں معدہ اتنا زیادہ بھر لیتے ہیں کہ اگر سال بھر پیٹ صحیح رہتا ہو تو رمضان المبارک میں کثرت طعام کی وجہ سے معدہ خراب کر لیتے ہیں اور صبح سے دوپہر تک ڈکار، خروج ریاح اور صعود ریاح کی شکایت کرتے ہیں اور سر درد، الجھن اور چڑچڑا پن میں مبتلا ہو کر انتہائی بے کیفی کا دن گزارتے ہیں۔

ذرا غور کیجیے کیا روزہ کا یہی مقصد اور یہی فائدہ ہے؟ امام غزالی علیہ الرحمہ افطار کی کھانے میں بے احتیاطی پر تنبیہ کرتے ہوئے رقم طراز ہیں: (روزہ کا) پانچواں ادب یہ ہے کہ افطار کے وقت حلال غذا میں بھی احتیاط سے کام لے اور اتنا نہ کھائے کہ اس کے بعد گنجائش ہی نہ رہے، اس لئے کہ حلق تک بھرے پیٹ سے بڑھ کر مبغوض اللہ کے نزدیک کوئی بھری جانے والی چیز نہیں ہے۔ اگر روزہ افطار کے وقت دن بھر کی تلافی کر دے اور جو دن بھر کھانے والا تھا وہ اس ایک وقت میں کھا لے تو دشمن خدا پر غالب آنے اور شہوت ختم کرنے میں روزہ سے کیا مدد مل سکے گی؟ یہ عادتیں مسلمانوں میں اتنی راسخ اور عام ہو چکی ہیں کہ رمضان المبارک کے لئے پہلے سے سامان خوراک جمع کیا جاتا ہے اور رمضان کے دنوں میں اتنا اچھا اور نفیس کھانا کھایا جاتا ہے جو اور دنوں میں نہیں کھایا جاتا، روزہ کا مقصود تو خالی پیٹ رہنا اور خواہشات کو دبانا ہے تاکہ تقویٰ کی صلاحیت پیدا ہو سکے۔

اب اگر معدہ کو صبح و شام تک کھانے پینے سے محروم رکھا جائے اور شہوت اور بھوک کو خوب امتحان میں ڈالنے کے بعد انواع و اقسام کے کھانوں سے پیٹ بھر لیا جائے تو نفس کی خواہشات اور لذتیں کم نہ ہوں گی اور بڑھ جائیں گی بلکہ ممکن ہے کہ بہت سی ایسی خواہشیں جو ابھی تک خوابیدہ تھیں وہ بھی بیدار ہو جائیں۔ رمضان المبارک کی روح اور اس کا راز ان طاقتوں کو کمزور کرنا ہے جن کو شیاطین اپنے وسائل کے طور پر استعمال کرتے ہیں اور یہ بات ثقیل غذا ہی سے حاصل ہوگی۔ یعنی یہ کہ شام کو اتنا ہی کھائے جتنا اور دنوں میں کھاتا تھا اگر کوئی دن بھر حساب لگا کر ایک وقت میں کھا لے تو اس سے روزہ کا فائدہ حاصل نہ ہوگا۔

بعض حضرات روزہ کے دنوں میں وقت گزاری اور بھوک پیاس کے احساس سے بچنے کے لئے اور دنوں کی بہ نسبت زیادہ سوتے ہیں۔ امام غزالی علیہ الرحمہ لوگوں کو تنبیہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: (روزہ کے) آداب میں یہ بات بھی داخل ہے کہ دن میں زیادہ نہ سوئے تاکہ بھوک پیاس کا کچھ مزہ معلوم ہو۔ قوی کو ضعف کا احساس ہو، قلب میں صفائی پیدا ہو۔ اسی طرح

اپنے معدہ کو اتنا ہلکا رکھے کہ تہجد اور اوراد و وظائف میں مشغولی آسان ہو اور شیطان اس کے دل کے پاس منڈلا نہ سکے اور اس صفائی قلب کی وجہ سے عالم قدس کا دیدار اس کے لئے ممکن ہو۔

خلاصہ یہ کہ روزہ میں کم کھائے، کم بولے اور کم سوئے۔ ہر انسان روح اور جسم سے مرکب ہے اور اس کے اندر روحانیت و جسمانیت کی کشمکش ہمیشہ جاری رہتی ہے، ہر انسان اللہ رب العزت کی طرف سے اس بات کا مکلف بنایا گیا ہے کہ وہ اپنی روحانیت کو جسمانیت پر غالب رکھنے کی کوشش کرے، اللہ رب العزت اس سلسلہ میں انسان کی مدد اور تعاون کے لئے محض اپنے فضل و کرم سے دو مددگار بھی عنایت فرماتا ہے: ایک داخلی مددگار یعنی عقل اور ایک خارجی مددگار یعنی شریعت!

انسان کے یہ دونوں قدرتی مددگار ہر وقت انسان کو ایسے اقدامات اور طور طریقوں سے روکتے رہتے ہیں جو انسان کی جسمانیت اور حیوانی جبلت کے غلبے اور روحانیت کی مغلوبیت کا سبب ہوتے ہیں لیکن اکثر حالات میں عقل و شریعت کی رہبری اور تعاون سے فائدہ نہیں اٹھاتے اور عقل و شریعت کے احکامات کو نظر انداز کرتے رہتے ہیں اور ہوتا یہ ہے کہ جب انسان عقل و شریعت کی بندشوں اور قدغنوں سے بالکل بے پروا ہو جاتا ہے تو اس بے قدری کے نتیجہ میں رحمت الٰہی اس بندے سے روٹھ جاتی ہے اور اس انسان کی روحانیت اور حیوانی جبلت ایک دن اتنی زیادہ طاقتور اور زبردست ہو جاتی ہے کہ وہ انسان کی روحانیت کو مغلوب کرنے کے ساتھ ساتھ اس کی عقل اور شریعت کے تقاضوں کو بھی مغلوب کر دیتی ہے اور پھر انسان کے جسمانی رجحانات اور اس کی نفسانی خواہشات کو عقل و شریعت، اخلاق و روحانیت، صالح فطری جذبات و احساسات اور اعصاب پر مکمل بالادستی حاصل ہو جاتی ہے اور انسان کی سرگرمیوں کا پورا نظام معدے اور مادہ کی تسکین کی خاطر نفسانی خواہشات کا غلام بن جاتا ہے اور اسے بالکل یہ احساس نہیں رہ جاتا کہ وہ بندہ شیطان ہے یا بندہ رحمٰن؟ اور اس انسان سے خیر و شر اور نفع و نقصان اور حرام و حلال کی تمیز اس حد تک اٹھ جاتی ہے کہ وہ سانڈ بن جاتا ہے اور خواہشات کی تکمیل میں کوئی چیز رکاوٹ نہیں رہ جاتی اور ہر ممنوع وغیر ممنوع چراگاہ میں منہ مارنے لگتا ہے اور اس کے نفس کو اب ہر وہ چیز گراں معلوم ہونے لگتی ہے جو اس کی راہ میں مزاحم ہو اور وہ انسان آخرت کے احتساب اور جزا و سزا کا تصور بھی کھو دیتا ہے۔

پھر ایسا انسان کبھی کبھی تو زندگی بھر کے لئے عبادت اور میلان عبادت سے محروم ہو جاتا ہے اور اسے ایک لمحے کے لئے بھی فراغ قلب اور و بیداری نصیب نہیں ہوتی اور اگر کسی لمحے سوچتا بھی ہے تو اس سوچ کی لو اتنی مدھم ہوتی ہے کہ غفلت کا معمولی جھونکا بھی اسے بجھا دیتا ہے یا پھر نصیبہ یاوری کرتا ہے اور یہ انسان عبادت کرنے پر آمادہ بھی ہو جاتا ہے تو عبادت میں اس کا دل نہیں لگتا۔ عبادت اس کے لئے بوجھ معلوم ہوتی ہے اور انتہائی بے دلی اور بے کیفی کے ساتھ جیسے جیسے عبادت سے الگ ہو جاتا ہے گویا وہ قفس میں اور اب آزاد ہو گیا اس کو اس عبادت میں کوئی روحانی اور قدرتی لذت نہیں ملتی وجہ کیا ہے؟ بس یہ کہ "انہا الکبیرۃ الا علی الخاشعین" وہ عبادت بوجھ ہے سوائے ڈرنے والوں کے یعنی غلبہ خواہشات کے سبب جزا وسزا کا احساس اور احتساب مولیٰ کا خوف دل سے جاتا رہا۔

تو اب ضروری ہوا کہ خواہشات کو دبایا اور مغلوب کیا جائے اور عقل و شریعت سے مدد لی جائے عقل نے کہا: جب تمہارا خالق مولیٰ تعالیٰ ہے تو تنہا وہی لائق طاعت و عبادت بھی ہے اور اس نے طاعت و عبادت کے طریقے سکھانے کے لئے شریعت بنائی ہے، چنانچہ شریعت سے رجوع کیا گیا تو شریعت نے کہا: اے بندہ خواہشات! روزہ خواہشات سے بچنے کے لئے ڈھال ہے اس لئے روزہ رکھا کرو، امام غزالی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: روزہ کا مقصد یہ ہے کہ انسان امکانی حد تک فرشتوں کی تقلید کرتے ہوئے خواہشات سے دست کش ہو جائے۔ اس لئے کہ فرشتے بھی خواہشات سے پاک ہیں اور انسان کا مرتبہ بھی جانوروں سے بلند ہے۔ نیز خواہشات کے مقابلہ کے لئے اس کو عقل و تمیز کی روشنی عطا کی گئی ہے، البتہ وہ فرشتوں سے اس لحاظ سے کم تر ہے کہ خواہشات اکثر اس پر غلبہ پالیتی ہیں اور اس کو ان سے آزاد

ہونے کے لئے سخت مجاہدہ کرنا پڑتا ہے۔

چنانچہ جب وہ اپنی خواہشات کی رو میں بہنے لگتا ہے تو اسفل السافلین تک جا پہنچتا ہے اور جانوروں کے ریوڑ سے جا ملتا ہے اور جب اپنی خواہشات پر غالب آتا ہے تو اعلیٰ علّیین اور فرشتوں کے آفاق تک پہنچ جاتا ہے۔ (احیاء العلوم)

حاصل یہ کہ خواہشات کو دبانے، جسمانیت کو مغلوب کرنے اور معدہ پرستی کو ختم کرنے کے لئے قدرت کی طرف سے سال میں رمضان المبارک بھر انسان کو روزہ کا مکلف کیا گیا تاکہ انسان کا ایمان جاگتا رہے اور اس کی روحانیت، جسمانیت، مادیت کی کثافت سے پاک ہو کر اتنی غالب اور طاقتور ہو جائے کہ اسے ملا اعلیٰ سے نسبت حاصل ہو جائے اور روح وقلب کی تاریک وتنگ فضا اتنی روشن اور کشادہ ہو جائے کہ جس میں وہ پرواز کر کے اپنے مولیٰ کا قریب ومحبوب بن جائے اور اس کا دل ایسا صاف وشفاف آئینہ بن جائے کہ جب بھی ذرا گردن جھکائے اسے اس میں جلوہ یار نظر آنے لگے۔ ؎

دل کے آئینے میں ہے تصویر یار
جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی

◆◆◆

ص ۲۱ رکا بقیہ......

نہیں ایسے لوگوں کا ضمیر کیسے گوارا کرتا ہے، ایسے لوگوں کو اپنے قلوب میں خشیت الٰہی پیدا کرنی چاہیے، اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سب کو ماہ رمضان المبارک کے فیضان سے مالا مال فرمائے ،آمین بجاہ اشرف المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم۔ ◆◆◆

ص ۲۷ رکا بقیہ......

باہر، رمضان میں بھی ہجوم کار کی وہی شدت، نمازوں کی پابندی تراویح پر مداومت، یہ سب وہ کیسے کر لیتا ہے، میرا خیال ہے کہ بندہ جب خود کو کمزور اور تھکا ہوا محسوس کرنے لگے، تو واقعی وہ کمزور ہو جاتا ہے، اٹھتے، بیٹھتے چکر آنے لگتے ہیں، بغیر کچھ کیے ہی، وہ تھک کر نڈھال رہتا ہے اور اگر حوصلہ جوان رہے، احساس زندہ اور تازہ ہو اور کچھ کر گزرنے کا جذبہ ہو، تو ان شاء اللہ ہم بھی روزہ رکھ کر بہت کچھ کر سکتے ہیں۔ ◆◆◆

ص ۲۹ رکا بقیہ......

مصائب وآلام میں اچھا خاصا اضافہ ہو جاتا ہے۔ نتیجتاً لینے کے دینے پڑ جاتے ہیں اور پھر جان پر ایسی بن آتی ہے کہ آدمی بے بسی وبے کسی کے جال میں پھنس جاتا ہے۔

حیرت ہے کچھ ناعاقبت اندیش لوگ قوانین شرع پر اعتراض کرنے کی کیسے جسارت کر بیٹھتے ہیں اور یہاں تک کہہ ڈالتے ہیں کہ قانون شرع ہماری عقل کے خلاف ہے ہماری عقل کے لحاظ سے یہ نہیں بلکہ یہ ہونا چاہیے تھا، العیاذ باللہ! ایسے لوگوں کو چوں وچرا سے پہلے اپنی عقل کی کم مائیگی کا اندازہ لگا لینا چاہیے۔ کہاں ان کی عقل شریف اور کہاں حکم خداوندی۔

باعث تخلیق کائنات حضور پرنور ﷺ کی عقل شریف سے متعلق علامہ قاضی عیاض رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی مایہ ناز تصنیف لطیف شفا شریف کی جلد اوّل صفحہ ۴۲ رمیں حضرت وہب بن منبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول تحریر فرماتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا کہ میں نے اکہتر ۷۱ رکتابوں میں یہ پڑھا ہے کہ دنیا کی ابتدائے وجود سے لے کر صبح قیامت تک کے جملہ انسانوں کی عقلوں کا عقل مصطفی ﷺ کے ساتھ اگر کوئی موازنہ کرنا چاہے تو یہ اچھی طرح ذہن نشیں کر لیے کہ تمام عقلوں کو سرور کائنات ﷺ کی عقل شریف سے ویسی ہی نسبت ہے جیسے ایک ریت کے ذرے کو دنیا بھر کے تمام ریگستانوں سے ہے۔

جب قیامت تک کے انسانوں کی عقلیں ایک ذرے کے برابر ہیں تو پھر قوانین شرع کو خلاف عقل کہنے والے کی حیثیت کیا بیان کی جا سکتی ہے بلکہ بیان کی ہی نہیں جا سکتی کیوں کہ کوئی حیثیت ہی باقی نہ رہی تو پھر بیان کیسا؟ ایک سچے مسلمان کے لیے یہ ناگزیر امر ہے کہ وہ شریعت کی ہر بات کے سامنے بلا جھجک سر تسلیم خم کر دے اور اگر کوئی شرعی بات اس کی عقل میں نہ آئے تو اسے خلاف عقل نہیں بلکہ بالائے عقل جانے، اسی میں اس کی دنیا وآخرت کی بہبودی مضمر ہے۔

◆◆◆

(از: مولانا محمد مدثر حسین اشرفی *

رب تعالیٰ کا حسین انعام ماہِ صیام

خدائے وحدہ لاشریک کے ننانوے اسماء میں ایک اسم "رزاق" اور ایک اسم "حکیم" ہے جس کا معنیٰ ہے" روزی دینے والا" حکمت والا" وہی سارے جہان کا خالق ہے، وہی اپنے بندوں کو اور کائنات کی ہر شئے کو اپنے فضل و کرم سے رزق عطا فرماتا ہے، اس کے ہر کام میں حکمت ہے، وہ بندوں پر از حد مہربان ہے، اس نے اپنے بندوں کو سال کے گیارہ مہینے اختیار دیا ہے کہ وہ جب چاہیں حلال خورد ونوش سے لطف اندوز ہوں، مگر محض ایک ماہ از ختم سحری تا وقت افطار خورد ونوش سے باز رہنے کا حکم ارشاد فرمایا ہے، جس میں روزہ داروں کے لیے بے شمار دینی اور دنیوی فوائد ہیں، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَیْكُمُ الصِّیَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ۔ (پ 2 سورۃ البقرہ، آیت نمبر 183) ترجمہ: اے ایمان والو تم پر روزے فرض کیے گئے جیسے اگلوں پر فرض ہوئے تھے کہ کہیں تمہیں پرہیزگاری ملے۔" (کنز الایمان)

تفسیر: اس آیت میں روزوں کی فرضیت کا بیان ہے، روزہ شرع میں اس کا نام ہے کہ مسلمان خواہ مرد ہو یا حیض ونفاس سے خالی عورت صبح صادق سے غروبِ آفتاب تک بہ نیّتِ عبادت خورد و نوش ومجامعت (کھانا پینا اور جماع) ترک کرے، اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ روزے عبادت قدیمہ ہیں زمانۂ آدم علیہ السلام سے تمام شریعتوں پر فرض ہوتے چلے آئے، اگرچہ ایام واحکام مختلف تھے مگر اصل روزے سب امتوں پر لازم ہے۔ (خزائن العرفان)

روزہ کی بے شمار حکمتیں ہیں یہاں چند حکمتیں تحریر کی جاتی ہیں: روح عالم اجسام میں آنے سے پہلے کھانے پینے وغیرہ سے پاک وصاف تھی، اسی لیے گناہوں سے بھی محفوظ رہی، اجزائے جسم کا بھی یہی حال تھا مگر جب یہ دونوں ملے تو جسم وروح کی وجہ سے اور روح جسم کی وجہ سے غذاؤں کے حاجت مند ہوئے اور گناہوں میں مبتلا، ضرورت تھی کہ ابھی کچھ روز ان کو مرغوب غذاؤں سے باز رکھا جائے تاکہ انہیں اپنی پہلی حالت یاد رہے اور پہلے کی طرح اب بھی گناہوں سے بچتے رہیں، نفس اور روح دو دشمن ہیں جن کا مقام جسم انسانی ہے ان میں ایک کی قوت دوسرے کے ضعف کا سبب ہے، نفس جسمانی غذاؤں اور لذتوں سے قوی ہوتا ہے اور روح نیک اعمال سے، ضرورت تھی کہ کچھ روز بھوکا رکھا جائے تاکہ نفس کمزور ہو۔

روزہ میں بھوک اور پیاس کی تکلیف کا پتہ چلتا ہے جس سے غذا اور پانی کی قدر ہوتی ہے اور انسان خدا کا شکر کرتا ہے، روزہ سے بھوکوں پیاسوں پر مہربانی کا جذبہ پیدا ہوتا ہے کیونکہ غنی اپنی بھوک یاد کر کے فقیر کی بھوک کا پتہ لگاتا ہے، یہاں روح البیان میں ہے کہ انسانوں کا تیسرا بادشاہ طہمورث کے زمانہ میں سخت قحط سالی ہوئی تو مالداروں کو روزہ کا حکم دیا گیا اور ان سے کہا گیا کہ تم دوپہر کا کھانا فقیروں کو دو تاکہ شام کو تم اور وہ دونوں کھاؤ، روزہ سے بھوک کے برداشت کرنے کی عادت رہتی ہے کہ اگر کبھی کھانا میسر نہ ہو تو انسان گھبراتا نہیں، بھوک بہت سی بیماریوں کا علاج ہے، اب بھی ڈاکٹر وطبیب کہتے ہیں کہ فاقہ بہت بیماریوں کا علاج ہے کیونکہ اس سے معدہ کی اصلاح ہے۔

نفس دن میں تو کھانے پینے کی اور شب کو سونے کی رغبت کرتا ہے شریعت نے اس کی مخالفت یوں کرائی کہ کبھی دن میں تو روزوں کا اور رات میں نمازوں کا حکم دیا گیا کہ ماہ رمضان میں دن کو کھانے سے باز رہنے اور رات کو تراویح اور تہجد پڑھو، خیال رہے کہ نماز سجدہ وغیرہ فرشتے اور دیگر مخلوقات بھی ادا کرتے ہیں

* مضمون نگار رضائے مصطفےٰ مسجد گیورائی، بیڑ مہاراشٹر کے امام وخطیب ہیں۔

اسلامیات

مگر روزہ صرف انسان ہی کی عبادت ہے فرشتے دوسری مخلوق غالباً جنات پر بھی روزے فرض نہیں یہ انسانی خصوصیات سے ہے، اسی لیے علیکم میں انسانوں سے خطاب ہوا، جیسے رب فرماتا ہے:

"وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا۔

(آل عمران) حج صرف انسانوں پر فرض ہے۔" (تفسیر نعیمی جلد دوم)

کسی کے ذہن وفکر میں یہ سوال گردش کرسکتا ہے، کہ روزہ ایک مہینہ ہی کیوں فرض کیا گیا؟ اس سے کم وبیش کیوں نہیں؟ حکیم الامت، مفسر قرآن کریم حضرت علامہ مفتی احمد یار خان نعیمی قدس سرہ کیا خوب عمدہ جواب عطا کیے ہیں رقمطراز ہیں:

"زمانہ کی تین مشہور مدتیں ہیں، ہفتہ، مہینہ، سال! ہفتہ چھوٹی مدت ہے اور سال بڑی اور مہینہ درمیانی، چونکہ مسلمان امت وسط ہیں اس لیے ان کا ہر کام درمیانی ہے، لہٰذا یہی مقرر ہوا نیز نیکی کا ثواب دس گنا ہوتا ہے لہٰذا ماہ رمضان شریف کے روزوں کا ثواب دس ماہ کے برابر اور پھر شوال کے چھ روزوں کا ثواب ساٹھ دن یعنی دو ماہ کے برابر ہو کر سال کا ثواب ملے گا اور گویا یہ دائمی روزہ دار ہو گا۔" (تفسیر نعیمی جلد دوم)

احادیث کریمہ کی روشنی میں روزہ کے فضائل

(۱) روایت ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے:

"جب رمضان شریف آتا ہے، (رمضان رمض سے بنا بمعنیٰ گرمی یا گرم چونکہ بھٹی گندے لوہے کو صاف کرتی ہے اور صاف لوہے کو پرزہ بنا کر قیمتی کر دیتی ہے اور سونے کو محبوب کے پہننے کے لائق بنا دیتی ہے، اسی طرح روزہ گنہگاروں کے گناہ معاف کراتا ہے، نیک کار کے درجے بڑھاتا ہے اور ابرار کا قرب الٰہی زیادہ کرتا ہے، اس لیے اسے رمضان کہتے ہیں، نیز یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت، محبت، ضمان، امان اور نور لے کر آتا ہے، اس لیے رمضان کہلاتا ہے) تو آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور ایک روایت میں ہے کہ جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں، (حق یہ ہے کہ ماہ رمضان میں آسمانوں کے دروازے بھی کھلتے ہیں، جن سے اللہ تعالیٰ کی خاص رحمتیں زمین پر اترتی ہیں اور جنتوں کے دروازے بھی جس کی وجہ سے جنت والے حور وغلمان کو خبر ہو جاتی ہے کہ دنیا میں رمضان آ گیا اور وہ روزہ داروں کے لیے دعاؤں میں مشغول ہو جاتے ہیں، حدیث اپنے ظاہر پر ہے کسی تاویل کی ضرورت نہیں) اور دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں، شیاطین زنجیروں میں جکڑ دیے جاتے ہیں۔" (مرآۃ المناجیح جلد سوم)

(۲) روایت ہے حضرت سہل ابن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کہ:

"جنت میں آٹھ دروازے ہیں، (یا اس طرح کہ جنت میں آٹھ طبقے ہیں ہر طبقے کا ایک دروازہ یا اس طرح کہ جنت کی پہلی دیوار ہی میں آٹھ دروازے ہیں تاکہ ہر قسم کے لوگ اپنے اپنے الگ دروازے سے داخل ہوں) جن میں سے ایک باب الریان ہے جس میں صرف روزہ دار داخل ہوں گے، (ریان بروزن فعلان رَیّ سے بنا بمعنیٰ تروتازگی سیرابی وسبزی چونکہ روزہ دار روزوں میں بھوکے پیاسے رہتے تھے اور بمقابلہ بھوک کے پیاس کی تکلیف اٹھاتے تھے، اس لیے ان کے داخلے کے لیے وہ دروازہ منتخب ہوا جہاں پانی کی نہریں بے حساب سبزہ پھل فروٹ اور سیرابی ہے، اس کا حسن آج نہ ہمارے وہم وگمان میں آسکتا ہے نہ بیان میں ان شاء اللہ تعالیٰ دیکھ کر ہی پتا لگے گا، اس سے معلوم ہوا کہ روزہ چور اور روزہ توڑ مسلمان اگرچہ رحمت خداوندی اور شفاعت مصطفوی کی برکت سے بخش بھی دیئے جائیں گے اور جنت میں داخل بھی ہو جائیں گے مگر اس دروازے سے نہیں جاسکتے کہ یہ دروازہ تو روزہ داروں کے لیے مخصوص ہے)" (مرآۃ المناجیح)

(۳) روایت ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کہ:

"انسان کی ساری نیکیاں دس گنے سے سات سو گنے تک بڑھائی جائیں گی، (یعنی قانوناً ایک نیکی کا ثواب کم سے کم

دس گنا اور زیادہ سے زیادہ سات سو گنا ہے، اگر اللہ تعالیٰ اور زیادہ دے تو اس کا کرم ہے۔"

اس حدیث شریف سے دو آیتوں کی طرف اشارہ ہے ایک تو "مَن جَآءَ بِالحَسَنَةِ فَلَه عَشرُ اَمثَالِهَا۔ جو ایک نیکی لائے تو اس کے لیے اس جیسی دس ہیں" (کنزالایمان) اور دوسری "كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنبَتَت سَبعَ سَنَابِلَ فِي كُلِّ سُنبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ۔ اس دانہ کی طرح جس نے اگائیں سات بالیں ہر بالی میں سو دانے۔ (کنزالایمان)

رب تعالیٰ فرماتا ہے: سوائے روزہ کے کہ روزہ تو میرا ہے، (اگرچہ ساری عبادتیں اللہ تعالیٰ کی ہیں مگر خصوصیت سے روزہ کو فرمایا کہ یہ میرا ہے چند وجہوں سے ایک یہ کہ دیگر عبادات میں اطاعت غالب ہے اور روزہ میں عشق غالب اور روزہ دار میں علامات عشق جمع ہوجاتی ہیں اور مطیع کا عوض ثواب ہے عاشق کا عوض لقائے یار دوسرے یہ کہ دوسری عبادتوں میں ریا ہوسکتی ہے کیونکہ ان کی کوئی نہ کوئی صورت ہوتی ہے اور ان میں کچھ کرنا ہوتا ہے، مگر روزہ میں ریا نہیں ہوسکتی کہ نہ اس کی کوئی صورت ہے اور نہ اس میں کچھ کرنا ہے جو اندر یا باہر کچھ نہ کھائے پیئے وہ یقیناً مخلص ہی ہے، ریاکار گھر میں کھا کر بھی روزہ ظاہر کرسکتا ہے، تیسرے یہ کہ کل قیامت میں دوسری عبادتیں اہل حقوق چھین سکتے ہیں، حتّٰی کہ قرض خواہ مقروض سے سات سو نمازیں تین پیسہ قرض کی عوض لے لے گا۔ (شامی)

مگر روزہ کسی حق والے کو نہ دیا جائے گا، رب تعالیٰ فرمائے گا کہ روزہ تو میرا ہے یہ کسی کو نہیں ملے گا) اور میں ہی اس کا ثواب دوں گا، (اس عبارت کی دو قرأتیں ہیں: اجزی معروف اور اجزی مجہول یعنی تمام عبادات کا بدلہ جنت ہے اور روزہ کا بدلہ جنت والا رب اس کی وجہ آگے آرہی ہے) وہ میرے لیے اپنی شہوت اور اپنا کھانا چھوڑتا ہے، (یعنی دوسرے عابد ہیں یہ عابد بھی اور عاشق بھی یا روزہ دار ریا کے لیے کھانا پینا نہیں چھوڑتا وہ صرف میری رضا کے لیے چھوڑتا ہے، ریاکار چھپ کر کھا کر روزہ ظاہر کرسکتا ہے) روزہ دار کو دو خوشیاں ہیں ایک خوشی افطار کے وقت اور دوسری خوشی اپنے رب سے ملتے وقت، (سبحان اللہ کیسا پیارا فرمان ہے۔ روزہ دار کو افطار کے وقت روحانی خوشی بھی ہوتی ہے کہ عبادت ادا ہوئی، رب تعالیٰ راضی ہوا سینہ میں نور روح میں سرور ہوا اور جسمانی فرحت بھی کہ سخت پیاس کے بعد ٹھنڈا پانی بہت ہی فرحت کا باعث ہے اور تیز بھوک میں رب تعالیٰ کی روزی بہت لذیذ معلوم ہوتی ہے اور ان شاءاللہ مرتے وقت بھی بروز قیامت بھی رب تعالیٰ کی مہربانی دیکھ کر روزہ دار کو جو خوشی ہوگی وہ تو بیان سے باہر ہے، وہ کریم فرمائے گا کہ دنیا میں جو میں نے کہا وہ تو نے کیا اب جو تو کہے گا وہ میں کروں گا، اللہ تعالیٰ خیریت سے وہ وقت دکھائے) روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کے ہاں مشک کی خوشبو سے بہتر ہے اور روزے ڈھال ہیں، (کہ دنیا میں نفس وشیطان کے شر سے بچاتے ہیں اور آخرت میں دوزخ کی آگ سے بچائیں گے) اور جب تم میں سے کسی کے روزے کا دن ہو وہ نہ بری بات کہے نہ شور مچائے، (شور سے مراد جنگ وجدال کا شور ہے، شریعت میں روزہ پیٹ اور دماغ کا ہوتا ہے مگر طریقت میں سارے اعضا کا کہ انہیں گناہوں سے بچایا جائے، اس جملہ میں اسی روزہ کی تعلیم ہے) اگر کوئی اس سے گالی گلوچ یا جنگ کرے تو کہہ دے کہ میں روزہ دار ہوں، [لہٰذا میں تجھ سے لڑنے کو تیار نہیں اس پر ان شاءاللہ وہ خود ہی شرمندہ ہوجائے گا یا یہ مطلب ہے کہ میں روزہ دار ہوں اللہ کی ضمان میں ہوں مجھ سے لڑنا گویا رب کا مقابلہ کرنا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ ضرورت کے وقت اپنی چھپی عبادت کا اظہار جائز ہے بشرطیکہ فخر وریا کے لیے نہ ہو۔"] (مرآۃ المناجیح جلد سوم)

خوش نصیب مسلمان ماہ رمضان المبارک کی حرمت اور تقدس کا مکمل لحاظ کرتے ہوئے، روزہ، نماز اور تلاوت قرآن کریم کی پابندی کرتے ہوئے بیشتر اوقات عبادات میں بسر کرتے ہیں، غریبوں، فقیروں، یتیموں، مسکینوں اور ضرورت مندوں کی خدمت کر کے رضائے الٰہی حاصل کرتے ہیں، مگر تف ہے ان مسلمانوں پر جو صحت مند اور تندرست ہونے کے باوجود روزہ جیسی عظیم نعمت الٰہی سے اب تک محروم ہیں، پتا بقیہ ص ۱۸ / پر

از: مفتی ارشد نعیمی قادری لکرالوی*

تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟

اللہ رب العزت جل مجدہ نے اپنی قدرت کاملہ حکمت مبارکہ سے انسانی وجود کو اجزائے ترابیہ سے مرکب فرما کر صحت وانعام کے ساتھ زندگی بخشی صحت وتندرستی ہزار ہا ہزار نعمت ہے اللہ لم یزل ولم یزول کے نیک بندے علی الخصوص انبیا ورسل علیہم السلام صحت وتندرستی کی تعلیم دینے اور اس کے برقرار رہنے کی دعا مانگنے میں رطب اللسان رہے جیسا کہ اک بار حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام نے اللہ رب العزت کی بارگاہ قدس میں عریضہ پیش کیا: یا باری تعالیٰ انسان تیری نعمتوں میں سے کوئی ایک نعمت مانگے تو کیا مانگے؟ اللہ تعالیٰ رب العزت نے ارشاد فرمایا: صحت!

میری نظر سے جب یہ بات گزری تو یہ حقیقت آشکار ہوئی کہ صحت اللہ تعالیٰ کا حقیقتاً بہت بڑا تحفہ ہے اور قدرت نے جتنی محبت اور منصوبہ بندی انسان کو صحت مند رکھنے کے لئے کی اتنی شاید پوری کائنات بنانے کے لئے نہیں کی، ہمارے جسم کے اندر ایسے ایسے نظام موجود ہیں کہ ہم جب ان پر غور کرتے ہیں تو عقل حیران رہ جاتی ہے، ہم میں سے ہر شخص ساڑھے چار ہزار بیماریاں ساتھ لے کر پیدا ہوتا ہے۔ یہ بیماریاں ہر وقت سرگرم عمل رہتی ہیں، مگر ہماری قوت مدافعت، ہمارے جسم کے نظام ان کی ہلاکت آفرینیوں کو کنٹرول کرتے رہتے ہیں۔

مثلاً ہمارا منہ روزانہ ایسے جراثیم پیدا کرتا ہے جو ہمارے دل کو کمزور کر دیتے ہیں مگر ہم جب تیز چلتے ہیں، جاگنگ کرتے ہیں یا واک کرتے ہیں تو ہمارا منہ کھل جاتا ہے، ہم تیز تیز سانس لیتے ہیں، یہ تیز تیز سانسیں ان جراثیم کو مار دیتی ہیں اور یوں ہمارا دل ان جراثیموں سے بچ جاتا ہے، مثلاً دنیا کا پہلا بائی پاس مئی 1960ء میں ہوا مگر قدرت نے اس بائی پاس میں استعمال ہونے والی نالی لاکھوں، کروڑوں سال قبل ہماری پنڈلی میں رکھ دی، یہ نالی نہ ہوتی تو شاید دل کا بائی پاس ممکن نہ ہوتا، مثلاً گردوں کی ٹرانسپلانٹیشن 17 رجون 1950ء میں شروع ہوئی مگر قدرت نے کروڑوں سال قبل ہمارے دو گردوں کے درمیان ایسی جگہ رکھ دی جہاں تیسرا گردہ فٹ ہو جاتا ہے۔

ہماری پسلیوں میں چند انتہائی چھوٹی چھوٹی ہڈیاں ہیں، یہ ہڈیاں ہمیشہ فالتو سمجھی جاتی تھیں مگر آج پتہ چلا دنیا میں چند ایسے بچے پیدا ہوتے ہیں جن کے نرخرے جڑے ہوتے ہیں، یہ بچے اس عارضے کی وجہ سے اپنی گردن سیدھی کر سکتے ہیں، نگل سکتے ہیں اور نہ ہی عام بچوں کی طرح بول سکتے ہیں۔ سرجنوں نے جب ان بچوں کے نرخروں اور پسلی کی فالتو ہڈیوں کا تجزیہ کیا تو معلوم ہوا پسلی کی یہ فالتو ہڈیاں اور نرخرے کی ہڈی ایک جیسی ہیں چنانچہ سرجنوں نے پسلی کی چھوٹی ہڈیاں کاٹ کر حلق میں فٹ کر دیں اور یوں یہ معذور بچے نارمل زندگی گزارنے لگے، مثلاً ہمارا جگر جسم کا واحد عضو ہے جو کٹنے کے بعد دوبارہ پیدا ہو جاتا ہے۔ ہماری انگلی کٹ جائے، بازو الگ ہو جائے یا جسم کا کوئی دوسرا حصہ کٹ جائے تو یہ دوبارہ نہیں اگتا جب کہ جگر واحد عضو ہے جو کٹنے کے بعد دوبارہ اگ جاتا ہے، سائنس دان حیران تھے قدرت نے جگر میں یہ اہلیت کیوں رکھی؟

آج پتہ چلا جگر عضو رئیس ہے، اس کے بغیر زندگی ممکن نہیں اور اس کی اس اہلیت کی وجہ سے یہ ٹرانسپلانٹ ہو سکتا ہے، آپ دوسروں کو جگر ڈونیٹ کر سکتے ہیں، یہ قدرت کے چند ایسے معجزے ہیں جو انسان کی عقل کو حیران کر دیتے ہیں جب کہ ہمارے بدن میں ایسے ہزاروں معجزے چھپے پڑے ہیں اور یہ معجزے ہمیں صحت مند رکھتے ہیں، ہم روزانہ سوتے ہیں، ہماری نیند موت کا ٹریلر ہوتی ہے، انسان کی اونگھ، نیند، گہری نیند، بے ہوشی اور موت پانچوں ایک

* مضمون نگار مدرسہ قمر العلوم اسلامیہ، لکرالہ بدایوں کے ناظم تعلیمات ہیں۔

ہی سلسلے کے مختلف مراحل ہیں' ہم جب گہری نیند میں جاتے ہیں تو ہم اور موت کے درمیان صرف بے ہوشی کا ایک مرحلہ رہ جاتا ہے' ہم روز صبح موت کی دہلیز سے واپس آتے ہیں مگر ہمیں احساس تک نہیں ہوتا' صحت دنیا کی ان چند نعمتوں میں شمار ہوتی ہے یہ جب تک قائم رہتی ہے ہمیں اس کی قدر نہیں ہوتی مگر جوں ہی یہ ہمارا ساتھ چھوڑتی ہے' ہمیں فوراً احساس ہوتا ہے یہ ہماری دیگر تمام نعمتوں سے کہیں زیادہ قیمتی تھی' ہم اگر کسی دن میز پر بیٹھ جائیں اور سر کے بالوں سے لے کر پاؤں کی انگلیوں تک صحت کا تخمینہ لگائیں تو ہمیں معلوم ہوگا ہم میں سے ہر شخص ارب پتی ہے۔

ہماری پلکوں میں چند مسلز ہوتے ہیں، یہ مسلز ہماری پلکوں کو اٹھاتے اور گراتے ہیں' اگر یہ مسلز جواب دے جائیں تو انسان پلکیں نہیں کھول سکتا' دنیا میں اس مرض کا کوئی علاج نہیں' دنیا کے 50 امیر ترین لوگ اس وقت اس مرض میں مبتلا ہیں اور یہ صرف اپنی پلک اٹھانے کے لئے دنیا بھر کے سرجنوں اور ڈاکٹروں کو کروڑوں ڈالر دینے کے لئے تیار ہیں' ہمارے کانوں میں کبوتر کے آنسو کے برابر مائع ہوتا ہے' یہ پارے کی قسم کا ایک لیکوڈ ہے' ہم اس مائع کی وجہ سے سیدھا چلتے ہیں' یہ اگر ضائع ہو جائے تو ہم سمت کا تعین نہیں کر پاتے' ہم چلتے ہوئے چیزوں سے الجھنا اور ٹکرانا شروع کر دیتے ہیں' دنیا کے سیکڑوں' ہزاروں امراء آنسو کے برابر اس قطرے کے لئے کروڑوں ڈالر دینے کے لئے تیار ہیں' لوگ صحت مند گردے کے لئے تیس چالیس لاکھ روپے دینے کے لئے تیار ہیں۔

آنکھوں کا قرنیا لاکھوں روپے میں بکتا ہے' دل کی قیمت لاکھوں کروڑوں میں چلی جاتی ہے' آپ کی ایڑی میں درد ہو تو آپ اس درد سے چھٹکارے کے لئے لاکھوں روپے دینے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں' دنیا کے لاکھوں امیر لوگ کمر درد کا شکار ہیں۔ گردن کے مہروں کی خرابی انسان کی زندگی کو اجیرن کر دیتی ہے انگلیوں کے جوڑوں میں نمک جمع ہو جائے تو انسان موت کی دعائیں مانگنے لگتا ہے' قبض اور بواسیر نے لاکھوں کروڑوں لوگوں کی مت ماردی ہے' دانت اور داڑھ کا درد راتوں کو بے چین بنا دیتا ہے آدھے سر کا درد ہزاروں لوگوں کو پاگل بنا رہا ہے شوگر کولیسٹرول اور بلڈ پریشر کی ادویات بنانے والی کمپنیاں ہر سال اربوں ڈالر کماتی ہیں اور آپ اگر خدانخواستہ کسی جلدی مرض کا شکار ہو گئے ہیں تو آپ جیب میں لاکھوں روپے ڈال کر پھریں گے مگر آپ کو شفاء نہیں ملے گی۔

منہ کی بدبو بظاہر معمولی مسئلہ ہے مگر لاکھوں لوگ ہر سال اس پر اربوں روپے خرچ کرتے ہیں۔ ہمارا معدہ بعض اوقات کوئی خاص تیزاب پیدا نہیں کرتا اور ہم نعمتوں سے بھری اس دنیا میں بے نعمت ہو کر رہ جاتے ہیں، ہماری صحت اللہ تعالیٰ کا خصوصی کرم ہے مگر ہم لوگ روز اس نعمت کی بے حرمتی کرتے ہیں، ہم اس عظیم مہربانی پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا نہیں کرتے ہم اگر روز اپنے بستر سے اٹھتے ہیں' ہم جو چاہتے ہیں ہم وہ کھا لیتے ہیں اور یہ کھایا ہوا ہضم ہو جاتا ہے ہم سیدھا چل سکتے ہیں دوڑ لگا سکتے ہیں جھک سکتے ہیں اور ہمارا دل' دماغ' جگر اور گردے ٹھیک کام کر رہے ہیں۔

ہم آنکھوں سے دیکھ کانوں سے سن ہاتھوں سے چھو ناک سے سونگھ اور منہ سے چکھ سکتے ہیں تو پھر ہم سب اللہ تعالیٰ کے فضل اس کے کرم کے قرض دار ہیں اور ہمیں اس عظیم مہربانی پر اپنے اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے کیونکہ صحت وہ نعمت ہے جو اگر چھن جائے تو ہم پوری دنیا کے خزانے خرچ کر کے بھی یہ نعمت واپس نہیں لے سکتے' ہم اپنی ریڑھ کی ہڈی سیدھی نہیں کر سکتے' تم اپنے رب کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے بلاشبہ اللہ یزل ولم یزال نے اپنے کرم ونعم کے خزانے ہم جیسے عاصیوں کے لئے رکھے ہیں خلاق دوعالم مالک انعام واکرام رب ذوالجلال تیرا ہر لحہ شکر وکرم ہم کو اپنی بارگاہ صمدیت سے اپنے محبوب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل برکت وصحت والی زندگی عطا فرما ہماری نسلوں میں صحت وانعام برکت واکرام کی روشنی پیدا فرما دے۔

◆◆◆

قارئین کرام
یہ شمارہ آپ کو کیسا لگا؟
ہم آپ کے تأثرات کے منتظر ہیں

از: مولانا خلیل احمد فیضانی *

درس عبرت

ایک سن رسیدہ شخص اپنی زندگی کی خواہشات کے بارے میں بتاتے ہوئے کچھ یوں گویا ہوتے ہیں: پہلے میری تمنا تھی کہ شادی کروں، میری یہ تمنا پوری ہوئی اور میں نے شادی کر لی، مگر بغیر اولاد کے زندگی خشک ہوتی ہے، اس میں بہار نہیں ہوتی ہے تو میرے دل میں یہ تمنا پیدا ہوئی کہ میری بھی اولاد ہو سو، یہ نعمت بھی مجھے عطا کی گئی مگر میں (چھوٹے) گھر کی چہار دیواری سے اکتا چکا تھا، اس لیے خواہش نے ایک بار پھر انگڑائی لی کہ کاش! میں بھی ایک خوب صورت گھر اور باغ کا مالک ہوتا کافی محنت و مشقت کے بعد میں ایک گھر اور باغ کا بھی مالک ہو گیا، اس عرصے میں میرے بچے بھی بڑے ہو چکے تھے تو خیال آیا کہ اب ان کی بھی شادی کر دینی چاہیے، لہٰذا ان کی شادی کر دی گئی لیکن اب میں زندگی کی مشکلات سے تھک سا چکا تھا اس لیے فیصلہ کیا کہ اب "ریٹائرمنٹ" لی جائے اس فیصلہ کو عملی جامہ پہنایا اور میں نے ریٹائرمنٹ لے لی۔

اس فیصلے کے بعد میں اسی طرح تنہا ہو چکا تھا جس طرح زندگی کے ابتدائی مراحل میں تھا مگر فرق یہ تھا کہ اُس وقت میں زندگی کی جنگ میں مصروف تھا اور اب میرے پاس زندگی کی ہر آسائش موجود تھی ان سب آسائشوں کے ہونے کے باوجود بھی ابھی تک میری امیدیں، تمنائیں اور دلی خواہشات مکمل نہیں ہوئی تھیں، اس لیے زندگی کے آخری پہر میں، میں نے یہ ارادہ کیا کہ اب میں قرآن پاک کو یاد کروں مگر افسوس صد افسوس! اب میرا حافظ میرا ساتھ نہیں دے رہا ہے، اس سے مایوس ہو کر میں نے روزہ رکھنے کی ٹھانی لیکن میری صحت نے عذر پیش کر دیا اور یوں میں روزہ بھی نہ رکھ سکا پھر میں نے قیام اللیل یعنی رات میں جاگ کر عبادت کرنے کا فیصلہ کیا مگر اب میرے دونوں قدم میرے جسم کا بوجھ برداشت کرنے کے متحمل نہیں رہے تو میں نے اپنے آپ سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بلاشبہ سچ فرمایا ہے کہ: پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت سمجھو! بڑھاپے سے پہلے جوانی کو غنیمت سمجھو! بیماری سے پہلے صحت کو غنیمت شمار کرو! تنگ دستی سے پہلے فراخی کو غنیمت جانو! مصروفیت سے پہلے فراغت کو غنیمت تصور کرو! اور اپنی موت سے پہلے زندگی کو غنیمت سمجھو!

تبصرہ

عزیزان محترم! مذکورہ سطور محض کسی ایک شخص کی زندگی کو بیان نہیں کر رہی ہیں، بلکہ ان سب اشخاص کی ترجمانی کر رہی ہے جو آج عین شباب میں استطاعت ہونے کے باوجود بھی یاد خدا سے غافل ہیں اور نفسانی لذتوں میں مگن ہو کر شیطان کے بہت بڑے مکر "طول امل" میں گرفتار ہیں آج فرصت ہے، فراغت ہے، دولت ہے، صحت ہے، زیست کی بہاریں ہیں، کل کچھ نہیں رہے گا، اس لیے اس کل کے آنے سے پہلے آج ہی سے تیاری کی جائے شریعت کی نظر میں عقل مند وہی شخص ہے کہ جو رب تعالیٰ کی طرف سے ودیعت کی گئی، ان نعمتوں کی قدر سمجھے اور ان کو بروئے کار لاتے ہوئے اپنی آخرت کو آراستہ کرے، اس لیے ہمیں چاہیے زندگی ہمیشہ رب کریم کی اطاعت میں گزاریں اس کی نعمتوں کا مس یوز نہ کریں بلکہ ان سے فائدہ اٹھائیں ان کی قدر کو سمجھیں آج سمجھ لیا تو غنیمت ہے کل تو آپ کا خود کا وجود ہی آپ کے مخالف ہو جائے گا۔

آپ نے کبھی اپنے وجود میں غور کیا ہے کہ میری تخلیق کا مقصد اور غرض کیا ہے؟ کبھی غور کیا کہ یہ حیرت انگیز جسمانی ساخت، دماغ اور معدے کا پیچیدہ نظام، آنکھ، کان، ناک، ہونٹ، زبان

* مضمون نگار دار العلوم فیضان اشفاق جودھ پور راجستھان کے استاذ ہیں۔

اور دیگر اعضا کی مناسب تخلیق کس نے اور کیوں کی؟ کیا یہ سارا نظام یوں ہی وجود میں آ گیا؟ یا اس کا کچھ مقصد اور غرض ہے؟ قارئین! قرآن نے اس اصول خداوندی کو ان الفاظ میں بیان کیا ہم نے ہر امت میں ایک رسول بھیج دیا اور اس کے ذریعے سے سب کو خبردار کردیا کہ اللہ کی بندگی کرو اور طاغوت کی بندگی سے بچو اس کے بعد ان میں سے کسی کو اللہ نے ہدایت بخشی اور کسی پر ذلت مسلط ہوگئی قارئین! یاد رکھیں عبادت خداوندی کا مسئلہ اتنا اہم ہے کہ اگر آدمی اپنے وطن میں عبادت اور اسلامی زندگی بسر کرنے کے مواقع نہ پار ہا ہو تو حکم ہے کہ وہ اس کو چھوڑ کر دوسرے علاقے میں چلا جائے جہاں وہ اپنے ایمان و اعتقاد کے مطابق آزادانہ زندگی بسر کر سکے اس لیے کہ عبادت اور اسلامی اصول کے مطابق زندگی گزارنے کے لیے ہی انسان کی تخلیق عمل میں آئی ہے اس مقصد کی تکمیل کے لیے جتنا بھی جتن کیا جائے کم ہے۔

تمام انبیائے کرام نے اس ذمہ داری کا احساس دلایا اور ہر ایک کی یہی دعوت تھی، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: لوگو! بندگی اختیار کرو اپنے اس رب کی جو تمہارا اور تم سے پہلے جو لوگ گزرے ہیں ان سب کا خالق ہے تمہارے بچنے کی توقع اسی صورت میں ہوسکتی ہے وہی تو ہے جس نے تمہارے لیے زمین کا فرش بچھایا، آسمان کی چھت بنائی، اوپر سے پانی برسایا اور اس کے ذریعے سے ہر طرح کی پیداوار نکال کر تمہارے لیے رزق بہم پہنچایا بس جب تم یہ جانتے ہو تو دوسروں کو اللہ کا مدمقابل نہ ٹھہراؤ، حضرت نوح، حضرت ھود، حضرت صالح، حضرت ابراہیم، حضرت یعقوب، حضرت شعیب، حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ علیہم السلام اور جتنے بھی انبیائے کرام علیہ السلام تشریف لائے سب کی مشترکہ دعوت "توحید و آخرت" تھی یعنی تمام نبیوں اور رسولوں نے بندوں کو خدا سے جوڑنے اور اس کی عبادت کرنے کی تلقین کی، معبودان باطلہ اور دنیا کی چمک دمک سے منہ موڑنے کی ہدایت دی اور صاف صاف واضح کردیا کہ عبادت کے لائق صرف ایک خدا کی ذات ہے اسی کی عبادت کرنی چاہیے اور اسی کو اپنا سہارا اور ٹھکانہ بنانا چاہیے۔

جیسا کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے خطاب کرتے ہوئے کہا گیا ہم نے تم سے پہلے جو رسول بھی بھیجا ہے اس کو یہی وحی کی ہے کہ میرے سوا کوئی خدا نہیں ہے بس تم لوگ میری ہی بندگی کرو قارئین! سورۂ شورا میں مختلف انبیائے کرام کا تذکرہ کرتے ہوئے ان سب کی ایک ہی دعوت کا تفصیلی بیان ہے، تمام انبیائے کرام کی یہی فکر تھی کہ کسی طرح ہماری قوم خدا آشنا ہو جائے، اس کی عبودیت اور بندگی کو مقصد حیات بنالیں۔

انبیائے کرام جو اللہ کے حقیقی نمائندے تھے انہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ ہمارا مقصد تم سے دنیا حاصل کرنا یا کچھ اجرت طلب کرنا نہیں ہے اس کام کا اجر تو اللہ تعالیٰ دینے والا ہے تم لوگوں سے صرف اتنی ہی ڈیمانڈ ہے کہ اپنے حقیقی خالق و مالک اور اپنے حقیقی محسن پر ایمان لاؤ اور اسی کو اپنا مرجع و ملجا بنا لو، جیسا کہ ارشاد ہے تم نے میری نصیحت سے منہ موڑا تو میرا کیا نقصان کیا میں تم سے کسی اجر کا طلب گار نہ تھا میرا اجر تو اللہ کے ذمہ اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ خواہ کوئی مانے یا نہ مانے میں خود مسلمان بن کر رہوں۔

قارئین! قرآن پاک شاہد ہے کہ خدا کے فرستادہ تمام نمائندوں نے حق کی آواز خدا کے بندوں تک پہنچادی اور ان کو آگاہ کردیا کہ وحدانیت ہی کامیابی کی راہ ہے جسے دنیا آخرت کی سرخ روئی عزیز ہے اور جو ابدی اور راحت و آرام کا طالب ہے اسے چاہیے کہ جب تک جسم سے روح کا رشتہ باقی ہے وہ خدا کے لیے اپنی عبودیت کا دم بھرتا رہے اسی کو اپنا معبود اور مسجود بنائے خواہ اس کے لیے ہزار مصائب سے گزرنا پڑے اور گھبرا دینے والے خوفناک مراحل پیش آئیں مگر ایمان و یقین پر کمزوری کا کچھ فرق بھی نہ پڑ سکے۔

یہی مطلوب تھا تمام پچھلی قوموں سے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت خاتم النبیین کی حیثیت سے عمل میں آئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنے متبعین سے اس کا مطالبہ کیا حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دس چیزوں کی خاص طور پر وصیت

اسلامیات

کی ان میں پہلی چیز یہ تھی خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ خواہ تمہیں قتل کر دیا جائے یا جلا دیا جائے یا سولی دے دی جائے۔

قارئین! ان ساری روایات کا حاصل یہ ہے کہ آدمی ہر حال میں خدا کی رسی کو مضبوطی سے پکڑے رہے بلا شبہ انسان پر مختلف حالات آتے ہیں کبھی کبھی ذہنی اور جسمانی دونوں اعتبار سے اور کبھی ذہنی اعتبار سے بہت سی الجھنے پیش آتی ہیں مسائل کے بھنور میں انسان پھنس جاتا ہے لیکن ایمان میں اتنی مضبوطی ہو کہ اس کے تقاضوں پر عمل کرنے میں کبھی کوتاہی اور سست روی پیش نہ آئے نماز، روزہ، انفاق فی سبیل اللہ، اخلاق وانسانیت، ہمدردی اور خیر خواہی اور جتنے بھی اسلامی احکام ہیں، ان کی رفتار میں کوئی فرق نہ آئے، اس کی بڑائی میں کسی کو شریک کرنے کا تصور تک نہ آئے اور جس طرح وہ خوشحالی، تندرستی اور آرام وراحت کی فضا میں اپنے رب کو یاد کرتا تھا، اس کی عبادت میں زندگی بسر کرتا تھا، مصیبت تکلیف اور پریشان کن حالات میں بھی یاد کرتا رہے اس لیے کہ عبادت ہی تخلیق انسانی کا بنیادی مقصد اور غرض ہے اگر کوئی اپنے مقصد کو فراموش کر بیٹھتا ہے تو اسے جینے کا بھی حق نہیں ہے۔

قارئین عظام! ہمیں اپنی زندگی اور اعمال کا محاسبہ کرنا چاہیے اور دیکھنا چاہیے کہ کیا ہم اپنے تخلیق کے مقاصد کو پورا کر رہے ہیں بندگی رب کا حق ادا کر رہے ہیں اور کیا خدا کے اتنے عظیم احسانات کا شکر ہم سے کسی نہ کسی درجے میں ادا ہو رہا ہے افسوس صد افسوس کہ اللہ کے بے پناہ احسانات اور اس کے غیر معمولی انعامات سے استفادہ ہم شب وروز کرتے ہیں مگر ہم یہ بھول جاتے ہیں کہ جس ذات نے ہمارے اوپر اتنا انعام کیا اس کے احسان سے ہم کبھی سبک دوش اور بے نیاز نہیں ہو سکتے۔

اس کی عبادت اور دیئے گئے ضابطۂ حیات کے مطابق زندگی گزارنے کے ہم پابند ہیں تھوڑی سی پریشانی سے عبادت کا سارا نظام بکھر جاتا ہے کیا یہی ایمان وعمل کا تقاضہ ہے اور کیا یہی مقصد تخلیق کی تکمیل کے لیے کوشش ہے یاد رکھیے ہم اپنی ذمہ داری سے سبک دوش نہیں ہو سکتے جب تک کہ خدا وحدہ لاشریک کی عبادت، اس کی بندگی اور اس کی رضا کے لیے اپنے آپ کو مکمل طور پر قربان گاہ میں کھڑا نہ کر دیا جائے۔

کیا رب کریم کے احسانات ونوازشات کی برسات ہم پر شب وروز نہیں ہو رہی ہے؟ کیا اس کی عطا سے ہم مومن نہیں ہیں؟ کیا یہ کرم کم ہے کہ اس نے ہمیں اپنے اس حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امت میں سے بنایا کہ جس امت میں شمولیت کے لیے اولوالعزم پیغمبر بھی آرزومند رہے؟ سوچیں اور ہزار بار سوچیں کہیں ایسا نہ ہو کہ خدا کی رضامندی حاصل کیے بغیر ہمارے جسم سے روح کا رشتہ ختم ہو جائے اور بے سرمایہ ہمیں اپنے رب کے سامنے حاضر ہونا پڑے اور پھر وہاں کی ذلت اور کرب بھری مشکلات سے ہمارا استقبال کیا جائے ہم وہاں پکاریں اور وہاں کوئی ہماری فریاد رسی کرنے والا نہ ہو آج مہلت ہے اس سے فائدہ اٹھائیے اور بس ابھی سے عمل کے لیے کمر بستہ ہو جائیے۔

فتدبروا یا اولی الابصار!

ففروا الی اللہ! این تذہبون؟ انی توفکون!

اِنَّمَا تَذْكِرَةٌ لِّمَن يَتَذَكَّرُ

◆◆◆

ص ۴۷ کا بقیہ.........................

شریف میں ہیں اور ۶۸ حدیثیں وہ ہیں جن کو امام مسلم نے اپنی کتاب صحیح مسلم میں تحریر کیا ہے، ان کے علاوہ باقی حدیثیں احادیث کی دوسری کتابوں میں مذکور ہیں۔

عبادت میں بھی آپ کا مرتبہ بہت بلند ہے، آپ کے شاگردوں میں صحابہ اور تابعین کی ایک بہت بڑی جماعت ہے، آپ کے فضائل ومناقب میں اور بھی بہت سی حدیثیں وارد ہیں، آپ نے ۶۳ سال کی عمر میں ۱۷ رمضان المبارک ۵ ہجری کو مدینہ منورہ میں وصال فرمایا، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور وصیت کے مطابق رات میں لوگوں نے آپ کو جنت البقیع کے قبرستان میں دوسری ازواج مطہرات کی قبروں کے پہلو میں مدفون ہیں۔ (سیرت مصطفی ﷺ)

◆◆◆

اسلامیات

از: مفتی جمیل احمد قادری*

ایک دنیادار ایسا بھی

مئی، جون کا مہینہ ہوگا، چلچلاتی دھوپ، دوپہر کا وقت، شدت گرمی کا یہ حال کہ عموماً لوگ اپنے گھروں میں مقید ہو چکے تھے، میں اپنے آفس میں بیٹھا، کسی کام میں مصروف تھا کہ اچانک ایک صاحب گیٹ پر اپنی بائیک لگا کر اندر آئے، میرے پرانے آشنا تھے، سلام دعا کے بعد انہوں نے نماز ظہر کے بارے میں پوچھا، میں نے کہا "ابھی ایک ڈیڑھ گھنٹہ دیر ہے، ہم لوگ ڈھائی بجے پڑھتے ہیں" انھیں نکلنا تھا، اس لئے وہ نماز پڑھنے چلے گئے، ایک بات تو میں بتانا بھول ہی گیا، وہ رمضان کا مہینہ تھا، نصف ماہ پورا ہونے والا تھا، نو وارد کے ساتھ ان کا اکلوتا بیٹا بھی تھا، جو بمشکل دس گیارہ سال کا ہوگا، جس وقت وہ نماز پڑھ رہے تھے، ان کا بیٹا میرے پاس ہی بیٹھا رہا، دھوپ سے گورا گورا چہرہ تمتمارہا تھا، میرے آشنا جن کا نام میں قصداً چھپا رہا ہوں، ایک جفاکش تجارت پیشہ تھے۔ پیسوں کے معاملے میں اتنے سخت گیر اور حسابی کہ ان کے بے تکلف دوست انہیں "اٹھنی چونی" کہتے تھے، یعنی ایک ایک پائی کا حساب رکھنے والا زکوٰۃ وفطرہ بڑی پابندی سے ادا کرتے تھے، مشکل وقت میں بھی قربانی کی ادائیگی کرنے والے۔

جب وہ نماز سے فارغ ہو کر واپس میرے سامنے بیٹھے، تو سب سے پہلے انہوں نے اپنے بیٹے کو کہا کہ جاؤ جا کر تم بھی ظہر پڑھ لو، میں منہ تکنے لگا، میں نے کہا "اتنی گرمی اور سخت دھوپ میں پھول سے نازک بچے کو کہاں لئے پھرتے ہیں" وہ بولے: مفتی صاحب! مجھے نہ گرمی لگتی ہے، نہ دھوپ اور جس بیٹے کی بات کر رہے ہیں، اس سے میں صرف نماز ہی نہیں پڑھواتا بلکہ رمضان کے اب تک کے سارے روزے بھی رکھوائے ہیں، اس وقت بھی وہ روزے کی حالت میں ہے۔

مجھ پر سکتہ طاری ہونے لگا، حیرت سے زبان گنگ، میں ان کا منہ تکے جا رہا تھا، میری کیفیت سے محظوظ ہوتے ہوئے وہ قدرے مسکرائے اور کہا: حضرت! میں اپنے بچے کو حالات کی بھٹی میں تپا کر کندن بنانا چاہتا ہوں، آج سے ہی اسے اتنا مضبوط اور جفاکش بنا دینا چاہتا ہوں، کہ کل جب اس کی زندگی میں کوئی مشکل آئے، تو اس کے لئے مشکل نہ رہے، میرے اس دوست کی مالی حالت بہت اچھی تھی، آبائی مکان کے علاوہ انہوں نے اپنی کمائی سے قریباً کروڑ روپے سے زیادہ کا ایک تین منزلہ مکان بنایا تھا جو ابھی تکمیل کی منزل میں تھا، خوش باش گھرانے کے فارغ البال شخص، مگر سوچ ایسی کہ انسان سوچتا رہ جائے۔

بات جب روزے کی نکلی، تو انہوں نے بتانا شروع کیا، کہ کچھ سالوں پہلے وہ سحری کھا کر گھر سے پیدل نکلتے تھے۔ ریلوے اسٹیشن پر ٹرین پکڑ کر دن بھر تجارتی ضرورتوں سے مارے مارے پھرتے اور غروب آفتاب کے وقت کسی دکان سے ایک پیکٹ بسکٹ خرید کر سر راہ کہیں افطار کر لیا کرتے، نماز بھی جہاں موقع ملا پڑھ لی، ساتھ میں جانماز رکھتے تھے اور رات کو جب گھر لوٹتے، تو محلے کی مسجد میں تراویح کی تھکا دینے والی طویل نماز بھی نہیں چھوٹتی، اپنے ساتھ گیارہ سال کے بچے کو روزے کی حالت میں دھوپ میں لیے پھرنا، نماز بہ تاکید پڑھوانا، ایک ایسے باپ کی شبیہ پیش کر رہا تھا، جو آج کے زمانے میں کہیں نہیں ملتا، میں دل ہی دل میں سوچنے لگا کہ ہم مدرسے والے اگر نماز کی پابندی کر لیتے ہیں، تو سوچتے ہیں کہ تیر مار لیا، دینی ماحول، سایہ دار کمرے، اوپر سے استاد یا کمیٹی کا ڈر، ایسے میں روزہ رکھ کر ہم نے کون سا کمال کیا۔۔۔؟

اس "دنیادار" کو تو کسی کا ڈر نہیں، نہ گھر میں، نہ بقیہ ص ۱۸ پر

* مضمون نگار جامع رضا پٹنہ کے بانی وسرپرست ہیں۔

از: علامہ سید اولادرسول قدسیؔ*

دنیا کی سب سے قیمتی گائے

قرآن مقدس میں سورۂ بقرہ کے ضمن میں دنیا کی سب سے بیش قیمت گائے کا جو درس خیز اور روح پرور واقعہ مذکور ہے، اس میں اللہ تبارک وتعالیٰ کے نوری فرشتے کا بڑا ہی کلیدی رول کارفرما ہے، فرشتے کے ہی مفید مشورے کی بنیاد پر ایک معمولی گائے دنیا کی سب سے بیش قیمت گائے ثابت ہوئی اور اس کی فروخت کے بعد اتنی رقم ملی کہ اللہ کے ایک صالح بندے کا یتیم بچہ مالامال وخوش حال ہو گیا اور اس کی معاشی زندگی سرخرو ہو گئی۔

ہوا یوں کہ بنی اسرائیل کا ایک نیکوکار و پرہیزگار بندہ اپنی زندگی کے آخری ایّام میں اپنے اکلوتے نابالغ بچے کے مستقبل کے لیے اپنی ایک بچھیا کو رب کائنات کی بارگاہ میں یہ عرض کر کے جنگل میں چھوڑ آیا کہ یا الٰہ العالمین! میں اس بچھیا کو تیرے فضل وکرم کے سپرد کرتا ہوں، میرے بچے کے جوان ہونے تک اس کی حفاظت فرما۔ صالح باپ کا بیٹا بھی بڑا التقویٰ شعار اور اپنی والدہ کا انتہائی اطاعت گزار وفرماں بردار تھا۔

صاوی شریف کے اندر مندرج ہے کہ صالح ابن صالح کو محنت شاقہ کے بعد جو کچھ آمدنی میسر آتی اس میں سے ایک حصہ راہِ خدا میں بصد اخلاص صدقہ کر دیتا اور ایک حصہ اپنے ذاتی مصرف میں لاتا اور ایک حصے کی رقم بخوشی اپنی والدہ ماجدہ کی خدمت میں پیش کر دیتا، اسی طرح اس نے رات کو بھی تین حصوں میں منقسم کر رکھا تھا۔ ایک حصہ سونے کے لیے، دوسرا حصہ ربِ قدیر کی عبادت کے لیے اور تیسرا حصہ اپنی مشفقہ ومحترمہ ماں کے لیے، وقت گزرتا گیا، شب وروز اپنے معمول کے مطابق بیتتے رہے، ایک دن اس کی ماں نے جنگل میں اس کے لیے اس کے باپ کی چھوڑی ہوئی بچھیا کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ تو جنگل میں جا کر اب اس بچھیا کو لے آ جو اب جوان ہو چکی ہوگی، ساتھ ساتھ اس گائے کے خدوخال اور رنگ وصورت بھی اس کی ماں نے واضح کر دیئے کہ اس کا رنگ زرد ہوگا اور اس کی کھال چمک دار ہوگی۔

چناں چہ بیٹا جنگل گیا اور بطریقِ الہام ربِّ کائنات کی بارگاہ بے نیاز میں گائے کی بازیابی کی دعائیں کیں، اس کی دعائیں فوراً کارگر ہوئیں اور وہ گائے بڑی تیزی کے ساتھ دوڑتی ہوئی اس کے پاس آ کھڑی ہوئی۔ یہ دیکھ کر بیٹے کے چہرے پہ بشاشت و مسرت کی کلیاں بکھر گئیں۔ اس نے ربِ کائنات کی بارگاہ میں سجدۂ شکر ادا کیا اور خوشی خوشی گائے کو اپنے گھر لے آیا۔ ماں بھی گائے کو دیکھ کر بے حد خوش ہوئی اور خدائے بے نیاز کا شکر ادا کرتے ہوئے بیٹے سے کہا اسے تم فروخت کرنے کے لیے بازار لے جاؤ اور اس کی قیمت تین دینار متعین کرنا ساتھ ساتھ میری یہ بات اچھی طرح یاد رکھنا کہ جب گاہک مل جائے تو میرے مشورے کے بغیر اسے ہرگز نہ بیچنا۔

المختصر جوں ہی لڑکا بازار پہنچا تو فوراً ایک فرشتہ گاہک کی صورت اس کے سامنے نمودار ہوا اور کہنے لگا کہ صاحب زادے! مجھے یہ گائے پسند آ گئی ہے اور میں اسے خریدنا چاہتا ہوں اور ساتھ ساتھ تین دینار سے بھی زیادہ قیمت دینے کو تیار ہوں مگر میری ایک شرط یہ ہے کہ تمھیں اپنی ماں سے مشورہ کیے بغیر مجھے بیچنا ہوگا، بھلا وہ بیٹا جو اپنی ماں کا اطاعت شعار اور خدمت گزار ہو کیسے اس پیش کش کو تسلیم کر سکتا تھا۔ اس نے فوراً جواب دیا جناب والا! آپ قیمت لاکھوں کروڑوں دینار بھی اگر دیں تو پھر بھی میں اپنی ماں کے مشورے کے بغیر ہرگز بیچ نہیں سکتا کیوں کہ یہ میری ماں کا حکم ہے اور اپنی ماں کا حکم میرے لیے فرض عین ہے۔

لہٰذا میں ان کے حکم سے سرِمو انحراف کی بھی قطعی طور پر جسارت نہیں کر سکتا، جب بیٹے نے ساری سرگزشت اپنی ماں کو

سنائی تو صالحہ ماں کو یہ سمجھتے قطعی دیر نہ لگی کہ وہ گاہک کوئی انسان نہیں بلکہ فرشتہ ہے، لہٰذا ماں اپنے بیٹے سے کہنے لگی کہ بیٹا! آئندہ کل جب بازار جاؤ گے تو پھر اسی فرشتے سے تمہاری ملاقات ہو گی، تم اس سے گائے کے فروخت کرنے سے متعلق مشورہ کرنا اور پوچھنا کہ اس گائے کے بیچنے کا مناسب وقت کب ہے، فرشتہ جو جواب دے اس پر تم عمل کرنا۔

دوسرے روز جب لڑکے کی فرشتے سے ملاقات ہوئی تو لڑکے نے اس سے پوچھا کہ حضور بتائیے کہ گائے اس وقت بیچی جائے یا بعد میں، فرشتے نے جواب دیا کہ گائے کی بیع میں عجلت سے کام نہ لو، یہ وقت تمہارے لیے قطعی سود مند نہیں ہے۔ انتظار کرو عنقریب ایک وقت آئے گا جب قوم موسیٰ علیہ السلام تمہاری اس گائے کو اس کے چمڑے میں بھر کر سونا دے کر خریدے گی، بالآخر ہوا بھی ایسا اور دنیا کی تاریخ بیع وشرا میں یہ گائے سب سے بیش قیمت ثابت ہوئی، گائے کے بیش قیمت ہونے کی وجہیں جاننا ہیں تو سورۂ بقرہ کے آٹھویں رکوع کی مندرجہ ذیل آیات مع ترجمہ ملاحظہ کریں:

''وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِهٖۤ اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُكُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَةً قَالُوْۤا اَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا قَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِیْنَ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ یُبَیِّنْ لَّنَا مَا هِیَ قَالَ اِنَّهٗ یَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا فَارِضٌ وَّلَا بِكْرٌ عَوَانٌۢ بَیْنَ ذٰلِكَ فَافْعَلُوْا مَا تُؤْمَرُوْنَ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ یُبَیِّنْ لَّنَا مَا لَوْنُهَا قَالَ اِنَّهٗ یَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ صَفْرَآءُ فَاقِعٌ لَّوْنُهَا تَسُرُّ النّٰظِرِیْنَ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ یُبَیِّنْ لَّنَا مَا هِیَ اِنَّ الْبَقَرَ تَشٰبَهَ عَلَیْنَا وَاِنَّاۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ لَمُهْتَدُوْنَ قَالَ اِنَّهٗ یَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا ذَلُوْلٌ تُثِیْرُ الْاَرْضَ وَلَا تَسْقِی الْحَرْثَ مُسَلَّمَةٌ لَّا شِیَةَ فِیْهَا قَالُوا الْـٰٔنَ جِئْتَ بِالْحَقِّ فَذَبَحُوْهَا وَمَا كَادُوْا یَفْعَلُوْنَ وَاِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادّٰرَءْتُمْ فِیْهَا وَاللّٰهُ مُخْرِجٌ مَّا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ فَقُلْنَا اضْرِبُوْهُ بِبَعْضِهَا كَذٰلِكَ یُحْیِ اللّٰهُ الْمَوْتٰی وَیُرِیْكُمْ اٰیٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ۔ ترجمہ: اور جب حضرت موسیٰ نے اپنی قوم سے فرمایا کہ خدا تمھیں حکم دیتا ہے ایک گائے ذبح کرو تو وہ لوگ بولے کہ کیا آپ ہم سے مذاق کرتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا کہ خدا کی پناہ میں جاہلوں میں سے ہو جاؤں تو ان لوگوں نے کہا کہ آپ اپنے رب سے دعا کیجیے کہ ہمیں بتادے کہ کیسی گائے ہونی چاہیے، تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ ایسی گائے ہو جو بوڑھی ہو نہ بچھیا، بلکہ ان دونوں عمروں کے درمیان ہو تو تم کرو جس کا تمھیں حکم ہوتا ہے۔ وہ لوگ بولے کہ آپ اپنے رب سے دعا کیجیے کہ وہ ہمیں بتادے کہ اس کا رنگ کیسا ہو۔ تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ایک پیلی گائے ہو جس کی رنگت ڈہڈہاتی ہو جو دیکھنے والوں کو خوش کردے۔ وہ بولے کہ آپ اپنے رب سے دعا کیجیے کہ وہ ہمیں صاف صاف بیان کردے کہ وہ کیسی گائے ہو کیوں کہ گایوں میں ہم کو شبہ پڑ گیا ہے اور اللہ چاہے تو ہم راہ پا جائیں گے۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ ایسی گائے ہے جس سے زمین جوتنے کی خدمت لی جاتی ہو اور نہ کھیت میں پانی بھرتی ہو۔ بے عیب ہو اور اس میں کوئی داغ نہ ہو۔ یہ سن کر وہ لوگ بولے کہ آپ ٹھیک ٹھیک بات لائے پھر ان لوگوں نے اس گائے کو ذبح کیا اور ذبح کرتے معلوم نہ ہوتے تھے اور جب تم نے ایک خون کیا تو ایک دوسرے پر اس کی تہمت ڈالنے لگے اور اللہ کو ظاہر کرنا تھا جو تم چھپاتے تھے ہم نے فرمایا اس مقتول کو اس گائے کا ایک ٹکڑا مارو اللہ یوں ہی مردے جلائے گا اور تمھیں ایسی نشانیاں دکھاتا ہے کہ کہیں تمھیں عقل ہو۔''

قابلِ غور بات یہ ہے کہ حکم خدا کے پیش نظر بنی اسرائیل کسی بھی گائے کو ذبح کردیتے تو معاملہ طے ہو جاتا اور وہ لوگ ادائے فرضیت سے سبکدوش ہو جاتے مگر سوال پر سوال اور بحث پر بحث کرنے لگے تو پھر انھیں دنیا کی سب سے قیمتی اور نایاب گائے کو ذبح کرنا پڑا، معلوم ہوا کہ شرعی احکام میں بجائے چوں وچرا اور قیل وقال کے سر بہ خم ہو جانا چاہیے ورنہ بقیہ ص ۲۵ پر

اسلامیات

(از: محمد تحسین رضا نوری*)

اُمت مسلمہ کے اسباب زوال اور اُن کا سد باب

وہ قوم جس کا ظہور ایک ایسے مقام سے ہوا جہاں کے حالات نہایت ہی ناگفتہ بہ تھے، جہاں انسانی شکل میں حیوان بستے تھے، شراب وشباب، ظلم وتعدی، قتل وغارت گری، افعال قبیحہ وشنیعہ پر تفاخر وتعصب اور زندہ بچیوں اور بیٹیوں کو زیر زمیں دفنا دینا وہاں کے باشندگان کا معمول تھا، جہاں شرک وکفر ولادینیت کے کالے بادل ہر چہار جانب اپنا قبضہ جمائے ہوئے تھے، ایسے سنگلاخ مقام سے ایک ایسی قوم کا وجود میں آنا کہ جس نے حیوانیت ودرندگی کا گلا گھونٹ کر انسانیت کو جنم دیا، کفر والحاد وزندقہ کے گھنگھور گھٹاؤں کو چھانٹ کر قندیلِ ایمان واسلام کو روشن ومنور کیا، لاتعداد گم گشتگان راہ کو راہِ راست پر لا کھڑا کیا۔

یہ قوم اس قدر آگے بڑھی کہ بڑھتی چلی گئی، اس کی کوکھ سے ایسے ایسے جانباز وسپہ سالار پیدا ہوئے کہ جنہوں نے قیصر وکسریٰ، ایران وروم کی سلطنت کو الٹ کر رکھ دیا، جن کے جذبۂ جہاد اور قوت ایمانی کے آگے سلاطین زمانہ نے گھٹنے ٹیک دیئے، سیکڑوں فتوحات جن کا مقدر بنیں، موسم سرما کی شدت ہو یا موسم گرما کی تپش، یا برسات میں اٹھنے والا آسمانی طوفان ہی کیوں نہ ہو، کوئی بھی مشکل ان کے پیروں کی زنجیر نہ بن سکی، سمندری سطح ہو یا صحرائی علاقہ جہاں بھی یہ پہنچے وہاں کی فضا اللہ اکبر کی صداؤں سے گونج اٹھی، ڈاکٹر اقبال نے کچھ اس انداز سے اس کی منظر کشی کی ہے: ؎

دشت تو دشت ہے دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے
بحر ظلمات پہ دوڑا دیے گھوڑے ہم نے

اس قوم کا ہر ہر فرد ملنے والی تمام تر مشکلات کے لیے ہمہ وقت تیار رہتا اور ڈٹ کر اُن کا مقابلہ کرتا، اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے اس قدر ایمان ویقین کا مضبوط رشتہ قائم تھا کہ میدان بدر ہو یا حنین، جنگ خندق کی ناقابل ضبط صعوبتیں ہوں یا مثلِ شمشیر میدان کارزار کی سنگ لاخ وادیاں، غرض کہ کیسی بھی سخت ترین صورتِ حال ہوتی، ان کے پائے استقلال میں جنبش نہ آتی، کئی کئی روز کے بھوکے پیاسے حصولِ ہدف کی غرض سے اسی جوش وجذبہ کے ساتھ آگے بڑھتے رہتے اور دشمنانِ اسلام کے فاسد مقاصد واغراض کو مٹی میں ملا کر باطل کے سینے پر چڑھ کر علم حق نصب کر دیتے، اسی لیے آج بھی خالد بن ولید، طارق بن زیاد اور سلطان صلاح الدین ایوبی کے نام سے ہی ایوان کفر میں زلزلہ طاری ہو جاتا ہے۔

پھر اچانک اس شان وشوکت، جاہ وجلال، رعب ودبدبہ اور عزت وعظمت پر کسی کی ایسی نظر لگی کہ ہماری قوم بجائے راہِ ترقی کے راہ تنزلی کی جانب چل پڑی، دھیرے دھیرے اپنا سارا وقار کھوتی چلی گئی، خونِ مجاہدین کے عوض حاصل شدہ اعزاز غیروں کے قبضے میں چلا گیا اور ہم دربدر کی ٹھوکریں کھانے لگے، ہر چہار جانب سے ہم پر حملے ہونے لگے، آئے دن ہمارے مذہب ومسلک کو نشانہ بنایا جانے لگا، ہماری میراث، ہمارے آباؤ اجداد کی بے لوث کاوشوں سے حاصل ہوئے مقامات ایک ایک کر کے ہم سے چھنتے چلے گئے گویا ایسا محسوس ہونے لگا جیسے: ؎

گنوا دی ہم نے جو اسلاف سے میراث پائی تھی
ثُریّا سے زمیں پر آسماں نے ہم کو دے مارا

ہماری مذہبی آزادیوں پر پابندیاں عائد ہونے لگیں، ہمارے مدارس ومساجد اور مقبرے زمیں بوس کیے جانے لگے، گھروں میں گھس کر پردہ نشین خواتین کی عزتوں کو تار تار کیا جانے لگا، اسی طرح سے ہم پر ظلم وجبر کا سلسلہ آج بھی جاری ہے، بعض دیگر قومیں ظاہراً ہماری خیر خواہ نظر آتی ہیں اور چھپ کر ہمارے خلاف سازشوں کے جال بنتی ہیں، اُن کے بچھائے دام تزویر میں آج مسلمان پوری طرح پھنس چکے ہیں، اسی لیے آئے دن ہماری

احوال قوم وملت

* مضمون نگار شیر پور کلاں پورن پور پیلی بھیت کے متوطن ہیں۔

جان ومال، عزت وآبرو کو نشانہ بنایا جاتا ہے۔

آخر یہ ذلت ورسوائی کیوں؟

مسلم معاشرے کی موجودہ صورتِ حال کسی سے پوشیدہ نہیں ہے، ہر شخص جانتا ہے کہ فی زمانہ کس طرح ہمیں ٹارگیٹ کیا جاتا ہے، وہ قوم جس کے سامنے دشمن لب کشائی سے گھبراتا تھا، آج سینہ چوڑا کیے ہمارے ہی آگے دندناتا پھرتا ہے، ہماری بچیوں کو بے حجاب کرنے، مسجدوں، اداروں اور مقبروں پر بلڈوزر چلانے، سرعام جبراً مسلمانوں سے کلمہ کفر کہلوانے جیسے جرائم عروج پر ہیں، ہمارے ہی ملک میں ہم ہی سے یہاں کے رہائشی ہونے کا ثبوت مانگا جاتا ہے، اسٹیشن، ایئر پورٹ اور سرکاری بس اڈے غرض کہ ہر گلی نکڑ پر داڑھی ٹوپی والے افراد کو حقارت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے، اسکول وکالجز سے ہمارے نصاب کو نکال کر اپنا نصاب داخل کیا جارہا ہے جو کہ مبتدی طلبہ کے ایمان وعقیدے کے لیے زہر قاتل ہے، آخر اس ذلت ورسوائی کی وجہ کیا ہے؟ کیوں ہم اچانک اس قدر بے قدر وقیمت ہو گئے کہ ہمارا خون بہانے سے کوئی بھی نہیں کتراتا؟ ؎

کبھی اے نوجواں مسلم! تدبّر بھی کیا تُو نے
وہ کیا گردُوں تھا تُو جس کا ہے اک ٹُوٹا ہوا تارا

کیا کبھی ہم نے اپنے حال پر غور کیا کہ آخر آج ہم کہاں کھڑے ہیں؟ کیا ہم نے کبھی اپنے اندر جھانک کر دیکھا کہ اپنے اسلاف کے اقدار وروایات کی ہم نے کس طرح پامالی کی؟ کس طرح شریعت وطریقت، فرائض وواجبات کو پس پشت ڈال کر دنیوی جاہ وحشم، مال ودولت، چمک دمک کے گرویدہ ہوئے کہ ہم اپنے دین ہی کو بھول گئے، ہم اپنے مقصد تخلیق کو ہی بھلا بیٹھے، کیا ہمارے اعمال وکردار، رفتار وگفتار، طور وطریقہ سے لگتا ہے کہ ہم مسلمان ہیں؟ جس طرح کی بے راہ روی اور جانوروں کی سی زندگی ہم جی رہے ہیں، کیا یہی اسلامی تعلیمات ہیں؟ آج ہم اس قدر دنیاوی عیش وعشرت اور جدت پسندی کے شکار ہیں کہ ہمارے سینوں سے دین کب نکل گیا ہمیں پتہ بھی نہیں چلا، ہمارے اندر مغربی تہذیب وثقافت نے اس طرح جگہ بنائی کہ فحش و عریانیت ہمیں فیشن لگنے لگی، ہمارے گھر کی خواتین تن تنہا آدھے کپڑے پہن کر بازاروں میں مرکزِ چشمانِ ہوس بنی ہوئی ہیں اور دیوث قسم کے باپ اپنی بیٹیوں کی ان گندی حرکتوں پر بجائے غصہ کرنے کے باچھیں پھاڑ کر اُن کو آزادانہ زندگی جینے کے نام پر مکمل چھوٹ دیئے ہوئے ہیں، ہم نے یہود ونصاریٰ کے طور وطریقہ کو اس قدر اپنایا کہ ہم اعمال قبیحہ اور بے ہودگی میں اُن سے بھی آگے نکل گئے، ڈاکٹر اقبال نے کہا تھا: ؎

وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود
یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود
یوں تو سید بھی ہو مرزا بھی ہو افغان بھی ہو
تم سبھی کچھ ہو بتاؤ تو مسلمان بھی ہو

ایک دور تھا کہ مسلمان عفت وپاکدامنی، امانت داری، صدق گوئی اور متوکلین علی اللہ کی مثال ہوا کرتے تھے، تاریخ کے اوراق پلٹ کر دیکھیں ہزاروں ایسے واقعات نظر سے گزریں گے کہ مسلمانوں نے کبھی کسی کے ساتھ دھوکہ دہی، ظلم وجبر نہیں کیا، ہماری مسجدیں نمازیوں سے پر تھیں، اس اُمت پر ایسا بھی وقت آیا کہ لوگوں نے بخوشی موت کو گلے لگا لیا لیکن ہرگز باطل سے سمجھوتا نہیں کیا، ہماری امانت داری کی اس سے بڑی مثال کیا ہوگی کہ کفار ومشرکین اپنے ہم مذہب لوگوں کو چھوڑ کر اپنا مال ومتاع ہمارے پاس بطور امانت رکھ جاتے تھے کتنی ہی مرتبہ ہمارے اسلاف دنیاوی مال ودولت کو ٹھوکر مار کر اپنے ایمان واسلام کی حفاظت کی خاطر نقل مکانی کرنے پر بھی رضامند ہوئے۔

یہ سرخ روئی ہمیں تب تک حاصل تھی جب تک ہمارے ایمان مضبوط تھے، آج ہمارا ایمان اور اللہ پر توکل کمزور ہو گیا، ہماری خستہ حالی کی سب سے بڑی وجہ ایمان کی کمزوری ہی ہے، کیوں کہ جب ایمان مضبوط ہوتا ہے تو بندہ دنیا کی کسی بھی طاقت سے نہیں ڈرتا، جب اللہ تعالیٰ کی ذات سے توکل کی ڈور مضبوط ہو تو پھر کوئی بھی چیز ہمیں تہ تیغ نہیں کر سکتی، یاد کرو! وہ لوگ جن کے پاس کثرت سے مال ومتاع، جنگی آلات اور مکمل غذا بھی میسر نہیں تھی، ایسی قوم فاتح ایران وروم وقیصر وکسریٰ بنی، لشکرِ جرار کے

سامنے مثل چٹان اس طرح کھڑی ہوئی کہ دشمن پیٹھ دکھا کر بھاگتا نظر آیا، اس والہانہ جرت وطاقت کا راز یقیناً قوتِ ایمانی اور ذاتِ باری تعالیٰ پر توکل ہی ہے، یہ ایمان کی طاقت ہی ہے کہ مائیں اپنے جوان بیٹوں کو اپنے ہاتھوں سے تیار کر کے جنگ پر بھیجتی تھیں، نئی دلہن اپنے ایک دن کے شوہر کی لاش دیکھ کر بھی آنسو نہیں بہاتی، ایک بہن اپنے بھائی کا کٹا ہوا سر دیکھ کر بھی نہیں روتی۔

یاد کریں میدان کربلا کا دردناک واقعہ، جوان حضرت قاسم کی موت، عون ومحمد کے کٹے ہوئے جسم، جوان علی اکبر کا لاشہ، ننھے علی اصغر کا چھدا ہوا گلا، یہ سارے مناظر دیکھ کر بھی امام عالی مقام میدان چھوڑ کر واپس نہیں لوٹے بلکہ خود بھی اللہ کی راہ میں شہید ہو گئے، یاد کریں جنگ بدر میں وہ دونوں چھوٹے چھوٹے بچوں کا جذبہ جہاد، جنہوں نے اپنی چھوٹی چھوٹی تلواروں سے سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جانی دشمن ابوجہل کو موت کے گھاٹ اتار دیا، یہ سب کیا تھا؟ یقیناً قوتِ ایمان اور حصولِ رضائے الٰہی کا جنون تھا جو اُن کی مضبوطی بنا رہا۔

آج انہیں چیزوں کے فقدان کے سبب ہم ذلت وخواری کا شکار ہیں، ہم دس دس گھنٹے سوشل میڈیا پر تفریح کرنے، محلہ کے چوک اور سڑکوں پر بیٹھ کر وقت برباد کرنے کے لئے رضامند ہیں لیکن مسجد جانے کے لیے ہرگز راضی نہیں، دوسروں کا مال ہڑپنا، جھوٹ بولنا، دھوکے بازی، عیاری ومکاری ہمارے خون کا حصہ بن چکی ہے، جس کے نتیجے میں آج ہمیں یہ دن دیکھنے پڑ رہے ہیں۔

ان جملہ مشکلات کا سد باب

عقلمند انسان وہی ہے جو ہونے والے نقصانات پر آہ وبکا کرنے اور افسوس وندامت کے ساتھ ساتھ اُن کا حل بھی تلاش کرے، کیوں کہ مرض کا علاج جلد از جلد تلاش کرنا نہایت ضروری ہے، تاخیر کرنے کی صورت میں نتیجہ یہی ہوگا کہ: ؎

تا تریاق از عراق آبردہ شود
مار گزیدہ مردہ شود

یعنی جب تک عراق سے تریاق لایا جائے گا،
سانپ کا ڈسا ہوا مر جائے گا۔

پتہ یہ چلا کہ تلاشِ حل میں تاخیر ہونے کی صورت میں مزید مشکلات درپیش ہونے کا قوی امکان ہے کیوں کہ جس حساب سے دشمنانِ اسلام دن بدن شاطرانہ اسکیموں اور چالوں سے ہم پر حملہ آور ہو رہے ہیں اور اُنہیں مکمل طور پر حکومت کی پشت پناہی حاصل ہے تو ایسا لگتا ہے کہ اگر جلد از جلد ان سے بچنے کا کوئی راستہ نہیں نکالا گیا تو ہماری خانقاہیں، مساجد ومدارس اور مذہبی آزادیاں ایک ایک کر کے چھین لی جائیں گی اور ہر چہار جانب سے اسلام اور مسلمانوں کو دبانے اور نیست ونابود کرنے کی کوششیں جاری رہیں گی، لہٰذا ہم پر لازم وضروری ہے کہ خواب خرگوش سے باہر نکلیں اور حفظانِ مذہب وملت میں کلیدی کردار ادا کریں، پہلے خود کی اصلاح ضروری ہے تب کہیں جا کر ہمارے حالات میں سدھار آئے گا کیوں کہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے:

’’اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ۔
بے شک اللہ سبحانہ وتعالیٰ کسی قوم کی حالت اس وقت تک نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنی حالت نہ بدل دیں۔‘‘

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

اگر ہم قوم کا نہیں تو کم از کم اپنے اور اہل خانہ کی حفاظت کی ذمہ داری تو اٹھا ہی سکتے ہیں، میری ناقص عقل کے مطابق وہ چند صورتیں جن سے ضرور معاشرے میں تبدیلیاں آسکتی ہیں، درج ذیل ہیں:

(۱) قوتِ ایمانی

اولاً ہم پر ضروری ہے کہ اپنے ایمان وعقیدے کی اصلاح کریں، جیسا کہ اوپر ذکر ہوا کہ اس قوم کی تنزلی میں سب سے اہم وجہ ایمان کی کمزوری ہے اور یہ فقط میرا نظریہ نہیں بلکہ قرآنِ کریم میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ خود ارشاد فرماتا ہے:

’’وانتم الأعلون أن كنتم مؤمنين۔ (سورۂ آل عمران) تمہیں سربلند رہو گے اگر تم ایمان والے ہو۔‘‘

لہٰذا معلوم ہوا کہ ہماری تنزلی میں سب سے بڑی وجہ ہمارا

ایمان سے رسمی تعلق ہے، کیوں کہ ایمان ایک ایسی طاقت ہے جس پر دنیا کی کوئی بھی چیز غالب نہیں آسکتی، جادوگروں کی وہ جماعت جو فرعون کے سامنے لب کشائی سے گھبراتی تھی، لیکن جیسے ہی حضرت موسیٰ علیٰ نبیّنا علیہ السلام پر ایمان لائے اُن کے دلوں سے فرعون کا خوف جاتا رہا، فرعون کی جانب سے سخت سزا کی دھمکی ملنے کے باوجود وہ راہِ راست سے نہیں ہٹے، لہٰذا پتہ چلا کہ اوّلاً اپنا ایمان درست کریں، اس کے لیے ضروری ہے کہ اپنے اندر شعور واحساس پیدا کریں کہ ہم مسلمان ہیں، ثانیاً قرآن کریم سے اپنا تعلق مضبوط کریں، اہلِ ایمان کی صحبت اختیار کریں، تب جا کر ہمارے ایمان میں حرارت پیدا ہوگی۔

(۲) اللہ ورسول سے سچا عشق

دلوں میں اللہ ورسول (عزوجل، صلی اللہ علیہ وسلم) کی محبت کا ہونا ضروری ہے، کیوں کہ محبت خدا اور محبت رسول کے سامنے دنیا کی ہر چیز ہیچ ہے، بندہ جب خالص اللہ ورسول سے محبت کرتا ہے پھر وہ دنیا کی کسی بھی چیز کو اس پر ترجیح نہیں دیتا، تاریخ شاہد ہے کہ جب تک مسلمانوں کے دلوں میں محبت خدا اور عشقِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا چراغ روشن رہا، تب تک یہ قوم عروج وارتقا کی منزلیں طے کرتی گئی اور فریق مخالف اگرماں، باپ، بھائی، بہن، بیٹا یا رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوئے، انہوں نے کبھی دین کے نام پر سمجھوتا نہیں کیا، جب بندے کے قلب وذہن میں حب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوجاتی ہے، پھر وہ دنیا کی چمک دمک، خواہشات کی تکمیل میں اپنا وقت ضائع نہیں کرتا بلکہ وصل محبوب کے راستے ڈھونڈتا ہے، پھر وہ محبوب سے منسلک تمام چیزوں سے محبت کرنے لگتا ہے اور اس کے لیے مرمٹنے کو تیار ہوجاتا ہے۔

لہٰذا اپنے دلوں میں قندیلِ عشقِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کو روشن کریں اور یہ عشق تب ہی پیدا ہوسکتا ہے جب ہمیں حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی مبارک زندگی کے جملہ پہلوؤں کے متعلق مکمل معلومات ہوگی، حضور کی سیرت ہم جانتے ہوں گے، آپ کی ایک ایک سنت وطریقہ کو اپنے اندر سمونے اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کریں گے، ہمہ وقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود وسلام کا ورد کریں گے۔

(۳) علم دین حاصل کریں

ہماری تنزلی میں جہل ونادانی کا بھی اہم کردار رہا ہے، ہم جانتے ہی نہیں کہ صحیح اور غلط کیا ہے، ہمارے دین کے بنیادی اصول کیا ہیں، فرائض وواجبات کتنے ہیں، ہماری اسلامی تاریخ کیا ہے، دین کی ترقی وفروغ میں ہمارے اسلاف کی کیا کیا قربانیاں رہیں، کیا دین اتنی آسانی سے ہم تک پہنچ گیا؟ یہ جملہ چیزیں ہم کب جانیں گے جب ہم علم حاصل کریں گے، ورنہ اصل واصول کو پس پشت ڈال کر فروعیات میں مشغول ومنہمک ہو جائیں گے اور 80 رفیصد ہماری قوم اُن کے جال میں پھنس بھی چکی ہے اور ہم اپنے دین سے اس وقت تک وابستہ نہیں ہوسکتے جب تک اپنے دین کو پڑھ اور سمجھ نہیں لیتے۔

یاد کریں جب انگریز ہندوستان میں آئے تو سرزمین ہند سے اسلام کو ختم کرنے کی پہلی چال جو اُنہوں نے چلی تھی وہ یہی تھی کہ مدارسِ اسلامیہ کو بند کردیا جائے اور اسکول وکالجز عام کیے جائیں اور اس میں اپنا بنایا ہوا نصاب شامل کیا جائے، کیوں کہ وہ جانتے تھے کہ مسلمان جتنا کم اپنے مذہب ومسلک کو جانے گا اُس کے ایمان کو لوٹنا اتنا ہی آسان ہوگا، اسی لیے انگریز ہماری تاریخ مٹانے اور مذہب اسلام کو دبانے کی ہمہ وقت کوششیں کرتے رہے، اپنے اسلاف کے طور طریقے پر عمل کرتے ہوئے آج بھی دشمنانِ اسلام ہمیں ہماری تعلیمات سے دور کرنے کی سعی میں لگے ہیں، لہٰذا ضروری ہے کہ معاشرے میں دینی تعلیمات کو عام کیا جائے۔

(۴) اتحاد واتفاق

یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ جس قوم میں اتحاد نہیں ہوتا اس کا قوم کا شیرازہ بکھرنے میں دیر نہیں لگتی، آج ہماری قوم بھی کئی حصوں میں تقسیم ہوچکی ہے، اصل دین کو چھوڑ کر فروعیات میں الجھ کر رہ گئی، یہاں تک کہ ایک دوسرے کو اپنا دشمن بھی سمجھنے لگی ہے اور اس کی واحد وجہ دنیاوی جاہ وحشمت اور عالمی شہرت کا حصول ہے، یہی وجہ ہے کہ وہ قوم جو ایک ہی ہاتھ کی پانچ انگلیوں کی مثل تھی اور ہر انگلی اپنے اپنے منصب کے متعلق

احوال قوم وملت

کام کرتی ہے، سب اپنے اپنے منصب پر خوش تھے، کیوں کہ اُنہیں ذاتی مفاد سے نہیں بلکہ فروغِ دین سے مطلب تھا، آج ہم اپنے آپ کو بڑا بنانے کی غرض سے دس حصوں میں بٹے ہوئے ہیں، ملت میں فقدانِ تعلیم کی وجہ سے نااہل افراد برسر اقتدار ہیں، جس کی وجہ سے با آسانی دشمن ہمارا شکار کرنے میں کامیاب ہے، لہٰذا آپسی اتحاد واتفاق نہایت ضروری ہے، سب کو اپنا ایک لیڈر چن کر ایک ہی جھنڈے کے نیچے آنا ہوگا، تب کہیں جا کر ہم دشمنوں کی شاطرانہ چالوں سے بچ سکتے ہیں۔

(۵) دینِ اسلام کی تبلیغ وتشہیر

ساتھ ہی ساتھ دین اسلام کی تبلیغ واشاعت بھی نہایت ضروری ہے، گھر گھر اسلامی تعلیمات پہنچانا، کم از کم اپنے بچوں اور اہل خانہ کو اسلامی تعلیمات سے روشناس کرانا ہمارا فرض ہے، مغربی تہذیب وتمدن اور جدت پسندی کو جڑ سے ختم کر کے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیات طیبہ کے مطابق زندگی گزاریں، اپنی بہن، بیٹیوں کو ظالم وجابر اور خبیث النفس افراد سے دور رکھیں، یہ سب تب ہی ممکن ہے جب ہم گھر گھر دین کو عام کریں گے اور اگر ہم معاشرے کی اصلاح نہیں کر سکتے تو کم از کم اُن ذرائع کو ضرور مضبوط کریں جو تبلیغ وتشہیر کا ذریعہ ہیں جیسے: مدارس ومساجد، اپنی اولاد کو دنیاوی تعلیم کے ساتھ ساتھ دینی تعلیم سے بھی لازمی آراستہ کریں، مکمل عالم نہ صحیح لیکن قرآن کریم مع ترجمہ اور چند کتب سیرت واحادیث ضرور پڑھائیں، خاص کر گھر کی خواتین کے پردے اور اُن کی تعلیمات پر خصوصی توجہ دیں، موجودہ دور میں پھیلتے فتنہ ارتداد سے بچنے کا ذریعہ بھی دینی تعلیم ہی ہے، لہٰذا جہاں تک ہو سکے تعلیم وصحت کو عام کریں۔

(٦) میدانِ سیاست میں حصہ

ساتھ ہی ساتھ اپنی اولاد کو ملک کے مختلف حصوں سے جوڑیں، اُنہیں پولس، ڈاکٹر، انجینئر، آئی پی ایس وغیرہ کی تیاری لازمی کرائیں اور زیادہ سے زیادہ میدان سیاست میں بھی قدم رکھیں تا کہ با آسانی دشمنانِ اسلام کی چالوں کو ناکام بنایا جاسکے، سیاسی میدان میں برسر اقتدار جب زیادہ سے زیادہ مسلمان ہوں گے تو دشمن اپنی چال چلنے میں ناکام ہوگا، اپنی جھگڑوں اور دشمنی کو مٹا کر فقط دین کے لیے کام کیا جائے اور ہر میدان میں گھس کر، ہر اعتبار سے دفاع کی کوشش کی جائے تب جا کر ہم اپنے مذہب ومسلک کی حفاظت کر سکیں گے، معاشرے سے برائیوں کو مٹا کر ہی دم لیں اور یاد رکھیں بدلاؤ ایک دم نہیں بلکہ دھیرے دھیرے آئے گا، لہٰذا خواب غفلت سے بیدار ہوں اور اپنی عاقبت کی فکر کریں اور عنداللہ خود کو مجرم ہونے سے بچائیں۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے حال پر رحم فرمائے اور ہمیں عروج وارتقا عطا فرمائے، مسلمانوں کی جان ومال، عزت کی آبرو کی حفاظت فرمائے، دشمنانِ اسلام اور اُن کی شاطرانہ چالوں کو ناکام کر سب کو نیست ونابود فرمائے، دین اسلام کا بول بالا ہو اور ہمارے قلوب میں اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا سچا عشق پیدا فرمائے، آمین یارب العالمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

ص ۵۲ رکا بقیہ..........................

عیسائی مشنریوں پر بھی لاگو ہوتا ہے، جو اصلاحِ معاشرہ کے لیے جلسے منعقد کرنے کے بجائے تعلیم، صحت اور فلاحی سرگرمیوں پر توجہ دیتی ہیں، وہ جدید تعلیمی ادارے قائم کرتی ہیں، اسپتال چلاتی ہیں اور غریبوں کی مدد کے لیے مستقل بنیادوں پر کام کرتی ہیں، ان کی حکمت عملی یہی ہوتی ہے کہ اگر کسی قوم کو ترقی دینی ہے تو اسے تعلیم اور سماجی بہبود کے میدان میں مضبوط کیا جائے، کیونکہ یہی وہ عوامل ہیں جو کسی معاشرے کو حقیقی معنوں میں تبدیل کر سکتے ہیں۔

یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا جلسوں کے ذریعے اصلاحِ معاشرہ ممکن ہے یا اس کے لیے پائیدار تعلیمی اور سماجی منصوبوں کی ضرورت ہے؟ اگر مسلمان اور دیگر قومیں واقعی اپنی نسلوں کی اصلاح اور بہتری چاہتے ہیں تو انہیں اپنی ترجیحات پر نظر ثانی کرنی ہوگی، محض ایک رات میں لاکھوں روپے خرچ کر کے جلسے منعقد کرنے سے بہتر ہے کہ وہ تعلیمی ادارے، لائبریریاں، تحقیقی مراکز اور فلاحی منصوبے قائم کریں، تا کہ آنے والی نسلیں علم اور شعور کی روشنی میں پروان چڑھیں اور عملی طور پر ایک بہتر سماج تشکیل دے سکیں، یہی حقیقت ہے کہ جو قومیں تعلیم اور سماجی بہبود کو اپنی اولین ترجیح بناتی ہیں، وہی ترقی کرتی ہیں اور دیرپا اصلاحِ معاشرہ کی راہ پر گامزن ہوتی ہیں۔

◆◆◆

(از: مولانا محمد زاہد علی مرکزی*

بھیک مانگتے مسلمان! کیا ہے سمادھان؟

دنیا کا سب سے بڑا بھکاری بھارت میں ہی ہے، جس کا نام "بھرت جین" ہے، اس کے پاس ساڑھے سات کروڑ کا بینک بیلنس ہے، ممبئی میں ایک کروڑ سے زائد قیمت کا فلیٹ اور کچھ دوکانیں ہیں، دنیا کے کئی ممالک میں بھیک مانگنے پر پابندیاں عائد ہیں مگر پھر بھی آج کل یہ پیشہ منظم شکل اختیار کر کے بین الاقوامی بزنس بن گیا ہے، گداگری کا بازار ایسا گرم ہے کہ بچوں کا اغوا کیا جاتا ہے پھر معذور کر کے انھیں راستوں، بازاروں، مذہبی مقامات اور بھیڑ بھاڑ والے علاقوں میں بٹھا دیا جاتا ہے، بہت سے لوگ تو نسل در نسل یہی کرتے آرہے ہیں جب کہ بعض افراد مجبوری کے تحت کرتے ہیں۔

خیر! اب بات کرتے ہیں مسلمانوں کی! ریلوے اسٹیشن، بس اسٹیشن، بازار یہاں تک کہ بیچ سڑک پر ہری چادر لیے، دودھ پیتے بچوں کو گود میں اٹھائے ہوئے مسلم خواتین جب بھیک مانگتی ہوئی نظر آتی ہیں تو شرم وحیا سے آنکھیں اوپر نہیں اُٹھتیں، تھوڑی دیر کو بس رکتی ہے اور بسوں میں برقعہ اوڑھے خواتین کندھے پکڑ پکڑ کر مردوں کو جھنجھوڑتے ہوئے آواز لگاتی ہیں: بھائی جان کچھ مدد کر دیں! یقین مانیں جب بھی ایسی صورت حال کا سامنا ہوتا ہے، بغل کی سیٹ پہ بیٹھا ہوا شخص ایک بار ہم جیسے داڑھی ٹوپی والے مجسمے کی طرف ضرور دیکھتا ہے، بس یہ دیکھنا ہی طوفان نوح سے کم نہیں ہوتا ایسا لگتا ہے کہ ابھی زمین پھٹے اور ہم سما جائیں۔

مذہب اسلام میں بھیک کی قطعاً گنجائش نہیں، یہی وجہ ہے کہ صدقہ، خیرات، زکات، غربا کی خبر گیری، پڑوسیوں کا خیال رکھنے کی سخت ہدایات ملتی ہیں، باوجود اس کے یوں محسوس ہوتا ہے کہ جیسے دنیا میں سب سے زیادہ مسلمان ہی بھکاری ہیں، پچھلے چند سالوں سے غیر مسلم علاقوں میں کئی مسلم بھکاریوں کی پٹائی بھی ہوئی ہے، حد تو تب ہو جاتی ہے جب یہ بھکاری اپنی جوان بچیوں کو لے کر بھیک مانگتے ہیں اور ہماری قوم انھیں خوب نوازتی ہے، بھیک مانگنا اب تو باقاعدہ بزنس ہو گیا ہے، بہت سے لوگ عرب ملکوں میں جا کر رمضان المبارک میں بھیک مانگتے ہیں، ہمارے پڑوسی ملک میں تو بھکاریوں کے پاسپورٹ رد کیے جا رہے ہیں، بھیک کی مذمت پر صحاح ستہ میں کافی احادیث مل جائیں گی لیکن ہم یہاں دو پر اکتفا کرتے ہیں:

"عن عبيد الله بن عدي بن الخيار، قال: اخبرني رجلان، انهما اتيا النبي ﷺ في حجة الوداع وهو يقسم الصدقة، فسالاه منها، فرفع فينا البصر و خفضه فرآنا جلدين، فقال: إن شئتما اعطيتكما و لا حظ فيها لغني و لا لقوي مكتسب. حضرت عبید اللہ بن عدی بن الخیار سے روایت ہے کہ مجھے دو آدمیوں نے بتایا کہ وہ حجۃ الوداع کے موقعہ پر نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ اس وقت صدقہ تقسیم فرما رہے تھے، پس انہوں نے بھی صدقہ کا مطالبہ کیا تو آپ نے نظر اٹھا کر انہیں دیکھا اور پھر نظر جھکا لی، آپ نے انہیں دیکھا کہ دونوں قوی اور طاقت ور ہیں تو آپ نے فرمایا: تم چاہتے ہو تو میں تمہیں دے دیتا ہوں۔ (لیکن ایک بات ہے) کہ غنی اور کمائی کرنے والے صحت مند شخص کے لئے اس میں کسی قسم کا کوئی حق نہیں۔" (سنن ابی داؤد، جلد اول، کتاب الزکوۃ، ۱۶۳۳)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انصار کے کسی شخص نے حضور ﷺ سے بھیک مانگنے کی اجازت طلب کی: " آپ ﷺ نے فرمایا: تمہارے پاس کچھ ہے؟ انھوں

احوال قوم وملت

* مضمون نگار تحریک علمائے بندیل کھنڈ کے چیئرمین ہیں۔

احوال قوم وملت

نے عرض کی! ایک کمبل اور ایک پیالہ ہے، آپ نے دونوں چیزیں منگوا کر انھیں نیلام کیا، ایک صحابی نے دو درہم میں خریدا، آقا علیہ السلام نے فرمایا: ایک درہم سے کھانے کا سامان خرید واور دوسرے سے کلہاڑی، وہ کلہاڑی لے کر آئے تو آپ نے دستہ لگایا اور فرمایا: جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر فروخت کرو، میرے پاس پندرہ دن بعد آنا، انھوں نے ایسا ہی کیا، جب پندرہ دن بعد آئے تو ان کے پاس دس درہم تھے، آپ ﷺ نے فرمایا: کام (محنت سے روزی کمانا) تیرے لیے اس بات سے بہت بہتر ہے کہ تو قیامت کے دن آئے تو مانگنے کی وجہ سے تیرا چہرہ داغ دار ہو۔" (ابن ماجہ 2198)

ایک حدیث شریف میں ہے کہ قیامت کے دن بھیک مانگنے والے کے چہرے پر گوشت نہیں ہوگا، پہلی حدیث میں آقا علیہ السلام نے تندرست اور طاقت ور لوگوں کو دینا پسند نہ فرمایا، لیکن ہماری قوم توانا لوگوں کو بھی خوب نوازتی ہے، جب کہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ شراب، گانجا، چرس جیسے نشے کریں گے، سرکار اعلیٰ حضرت ارضاہ عنا ایسے لوگوں کے متعلق فرماتے ہیں کہ انھیں دینا گناہ میں مدد کرنا ہے، اگر نہ دیا جائے تو جھک مار کر کام کریں، اگر اپنی قوم سے اس ذلت کے داغ کو دھونا ہے تو فالتو لوگوں کو بھیک دینا بند کرنا ہوگا، وہی پیسہ آپ مسجد، قبرستان، اپنے غریب رشتہ داروں کے لیے بھی رکھ سکتے ہیں، دوسری حدیث میں آپ ﷺ نے کام کو ترجیح دی اور یہی بہتر ہے، ہمیں بھی بھیک نہ دے کر مستقل روزگار کی طرف توجہ کرنا چاہیے، ان دونوں حدیثوں سے مندرجہ ذیل نکات برآمد ہوتے ہیں:

(1) طاقت ور، تندرست شخص کو نہ بھیک دینا درست اور نہ اس کا مانگنا۔ (2) بھیک میں ذلت ہے اگر اپاہج یا معذور نہیں ہے تو اسے بھیک مانگنے سے زیادہ کام پر توجہ دینا چاہیے۔ (3) معذور افراد بھی اگر کوئی ہنر رکھتے ہیں یا سیکھ سکتے ہیں تو انھیں پہلے اسی پر توجہ مرکوز کرنا چاہیے۔ (4) گداگری کو ہمارے نبی کریم علیہ السلام نے سخت ناپسند فرمایا ہے، اس لیے بلا ضرورت اس میں خیر نہیں ہوسکتی، یہی وجہ ہے کہ کروڑوں کے مالک ہونے کے باوجود ان بھکاریوں کے حصے ذلت ہی رہتی ہے۔ (5) بھیک مانگ کر نہ خود کو ذلیل کریں اور نہ اپنی قوم کو۔

بھکاریوں پر کنٹرول کیسے ہو؟

بھکاریوں کی کثیر تعداد نہ صرف کسی قوم، مذہب، علاقے کو متاثر کرتی ہے بل کہ یہ ملکی ساکھ پر بٹہ بھی لگاتی ہے، دیار غیر میں ایک خاص تصور آپ کے لیے وہاں کی قوم کے ذہن میں رچا بسا ہوتا ہے، اسی بنا پر بہت سے ملکوں نے بھکاریوں پر سخت پابندیاں عائد کر رکھی ہیں، حکومت چاہے تو یہ سب بآسانی بند ہو سکتا ہے، اگر حکومت نہیں کرتی تو قوم مسلم کم از کم اپنی قوم کو اس ذلت سے بچا سکتی ہے، کرنے کے کچھ کام:

(1) اولاً ہمیں زکات صحیح لوگوں تک پہنچانا چاہیے تاکہ مزید بھکاری پیدا نہ ہوں۔

(2) پڑوسیوں کے متعلق اسلامی تعلیمات کیا ہیں سبھی کو معلوم ہیں، اگر ہم تھوڑی توجہ دیں تو اپنے محلے، گاؤں میں غریبوں کو گداگری کی جانب جانے سے روک سکتے ہیں۔

(3) جو لوگ اس راہ پر چل پڑے ہیں انھیں سمجھا بجھا کر کام پر لگایا جائے، کوئی کام نہ جانتے ہوں تو انھیں دو چار ماہ میں گاڑیوں کی مرمت، لائٹ فٹنگ، پلمبرنگ، سلائی جیسے کام سکھا کر باعزت زندگی گزارنے کی طرف لایا جا سکتا ہے، ہماری چھوٹی سی کوشش معاشرے سے بھکاریوں کی تعداد میں کمی کا باعث بن سکتی ہے۔

(4) جہاں بھی فیکٹری ایریا ہیں وہاں تو اسے بآسانی کنٹرول کیا جا سکتا ہے، ہم نے ان علاقوں میں دیکھا ہے کہ جتنے لوگ بھی چاہیں فیکٹریوں میں جائیں سبھی کو کام ملتا ہے اور ہر قسم کا کام ہے ہلکا بھی بھاری بھی، یہ لوگ بقدر طاقت کام کرسکتے ہیں۔

(5) ہر قسم کی تنظیمیں ہیں کچھ تنظیمیں ایسی بھی ہونا چاہیے جو بھکاریوں پر نظر رکھیں، جہاں دیکھیں پکڑ کر کام کو کہیں، اگر وہ بہانہ بنا کر جاتے ہیں تو دوبارہ آپ کے علاقے میں نہ آئیں گے یوں بھی بہت کمی ہوسکتی ہے۔

(6) اولڈ ایج ہوم (वृद्धाश्रम) ہر قصبے، شہروں میں موجود ہیں، جہاں بھکاری دکھیں فوراً انھیں پکڑ کر ان میں ڈال دیا جائے،

حکومت کی جانب سے خوراک کے ساتھ کچھ پیسہ بھی ملتا ہے جو ان کی زندگی کی لیے کافی ہوتا ہے۔

(7) ہماری خانقاہوں میں اکثر جگہوں پر لنگر ہوتا ہے، مریدین کی آمد سال بھر ہوتی رہتی ہے، ان کے لیے کھانا بنتا ہے، اہل خانقاہ نظر رکھیں ان کے ایریا میں کوئی بھکاری دکھے اسے بھیک مانگنے سے روک کر خانقاہ میں کھانا کھانے کو کہا جائے، درس میں شامل کریں، اللہ و رسول کے احکام سنائیں، بھیک سے گھن پیدا کریں، اللہ نے چاہا تو یا وہ سدھر جائے گا یا بھاگ جائے گا، سدھرے تو کام سکھائیں، نہ سدھرے تو خود غائب ہو جائے گا، دونوں صورتوں میں علاقہ بھکاریوں سے خالی ہو جائے گا۔

(8) چوں کہ قوم مسلم بھیک مانگنے کے لئے بدنام ہے، اس لیے ہمیں ہی آگے آنا ہوگا، اپنے علاقے کو" بھکاری مُکت" بنانے کے لیے اپنے علاقے کے پولیس افسران اور دیگر سماجی تنظیموں سے بھی مدد لی جاسکتی ہے۔

(9) اس کے علاوہ لوگ چھوٹے چھوٹے کارخانے چلاتے ہیں، ان میں بھی مزدوروں کی کمی رہتی ہے، وہاں بھی ان بھکاریوں کو کھپایا جا سکتا ہے، اگر ہم چاہیں تو کوئی بڑی بات نہیں کہ قوم مسلم اس دلدل سے نکل آئے، بس شرط یہ ہے کہ ہر آدمی اپنی ذمہ داری سمجھے اور عمل پیرا ہو۔ ◆◆◆

ص ۴۵ / کا بقیہ.......................

عنہ کا یہ فرمانا کہ عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو مجھ سے زیادہ حدیثیں یاد تھیں کہ میں لکھتا نہ تھا وہ لکھ لیا کرتے تھے۔

ایک قول یہ ہے کہ جب حدیث و قرآن کے خلط ملط ہونے کا خطرہ محسوس فرمایا، حدیث لکھنے سے منع فرمادیا، جب یہ خطرہ ختم ہو گیا تو حدیث لکھنے کی اجازت دے دی گئی۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ ایک صحیفہ پر قرآن اور حدیث لکھنے سے منع فرمایا کہ کہیں قاری پر معاملہ مشتبہ نہ ہو جائے۔"

درج بالا باتوں سے واضح ہے کہ عہد نبوی سے لے کر عہد صحابہ تک حفاظت احادیث کا مکمل اہتمام کیا گیا، عہد صحابہ کے بعد اس جانب مزید توجہ دی گئی اور باقاعدہ تدوین حدیث کا دور شروع ہوا جس میں حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں تاریخ ساز بے مثال کارنامہ انجام دیا، حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ نے جمع و تدوین حدیث کے لیے مستند و معتمد علمائے کرام، ائمہ عظام اور محدثین اعلام کا ایک بورڈ تشکیل دیا، جنہوں نے بحسن و خوبی جمع و تدوین احادیث کا فریضہ سرانجام دیا جس کے نتیجے میں احادیث مبارکہ کا ایک عظیم ذخیرہ جمع ہو گیا۔

◆◆◆

ص ۴۹ / کا بقیہ.......................

اگر (چاہوں گا تو) اسے بھی محو کر دوں گا (نامۂ اعمال سے مٹا دوں گا) حضرت نے عرض کیا: یارب زدنی۔ اے مولائے کریم! اور زیادہ، (رب تعالیٰ نے) ارشاد فرمایا: التوبة مقبولة مادامت الروح فی الجسد۔ یعنی قبض روح کی نوبت آنے سے پہلے پہلے بندہ کی توبہ مقبول ہوگی۔ (آپ نے) عرض کیا: مولا! اور زیادہ (نوازش فرما، رب کریم نے) ارشاد فرمایا:

"قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِن رَّحْمَةِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ۔ یعنی (اے نبی! میرے بندوں کو میرا پیغام پہنچا دو) کہو: اے میرے بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی، تم اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو جانا، بے شک اللہ سبھی گناہ بخش دیتا ہے، بے شک وہ ہے ہی بڑا بخشنے والا، بڑا مہربان۔" [سورۂ زمر-۵۳]

حضرت وحشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اسلام لانا

دلچسپ سلسلۂ عرض و ارشاد:

(مصنف علیہ الرحمہ نے کہا) مجھے ایک ثقہ راوی نے اپنی سند متصل کے ساتھ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہوئے خبر سنائی کہ وحشی، قاتل امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو، مکہ مکرمہ سے عریضہ لکھا کہ میں اسلام قبول کرنا چاہتا ہوں، لیکن مجھے اسلام لانے سے قرآن کی ایک آیت جو آپ پر نازل ہوئی ہے روکتی ہے اور وہ یہ ہے:

.... جاری

احوال قوم و ملت

از: مولانا محمد عطاء النبی حسینی مصباحی*

حجیت حدیث! تحقیقی اور تنقیدی جائزہ

قرآن دین اسلام کا اولین سرچشمہ، رشد و ہدایت کا منبع، دعوت و ارشاد کا مصدر اور علم و عرفان کا خزانہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کتاب ہدایت میں قیامت تک انسان کو پیش آنے والے تمام مسائل کو تفصیل سے بیان کر دیا ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

''وَ نَزَّلْنَا عَلَیْكَ الْكِتٰبَ تِبْیَانًا لِّكُلِّ شَیْءٍ وَّ هُدًى وَّ رَحْمَةً وَّ بُشْرٰى لِلْمُسْلِمِیْنَ. (پ14: سورۃ النحل، آیت 89)

ترجمہ: اور ہم نے تم پر یہ قرآن اتارا کہ ہر چیز کا روشن بیان ہے اور ہدایت اور رحمت اور بشارت مسلمانوں کو۔''

اس لیے مسلمانوں کی دینی زندگی کا انحصار اس مقدس کتاب سے وابستگی پر ہے اس لیے احکام شریعت کا پہلا سرچشمہ قرآن عظیم ہے کہ وہ خدا کی کتاب ہے اور قرآن ہی کی صراحت و ہدایت کے بموجب، رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و اتباع بھی ہر مسلمان کے لیے لازم و ضروری ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کے بغیر احکام الٰہی کی تفصیلات کا جاننا اور آیات قرآنی کا منشا و مراد سمجھنا ممکن نہیں ہے، اس لیے اب لامحالہ حدیث بھی اس لحاظ سے احکام شرع کا ماخذ قرار پا گئی کہ وہ رسول خدا کے احکام و فرامین، ان کے اعمال، افعال اور آیات قرآن کی تشریحات و مرادات سے باخبر ہونے کا واحد ذریعہ ہے، جیسا کہ خود خدائے تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

''وَ اَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكَ الذِّكْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْهِمْ وَ لَعَلَّهُمْ یَتَفَكَّرُوْنَ. (پ14، سورۃ النحل، آیت 44) ترجمہ: اور اے محبوب ہم نے تمہاری طرف یہ یادگار اتاری کہ تم لوگوں سے بیان کر دو جو ان کی طرف اترا اور کہیں وہ دھیان کریں۔''

نیز قرآن مجید میں تقریباً ڈیڑھ سو آیات ایسی ہیں جن سے حضور نبی اکرم ﷺ کی اطاعت، سنت، اسوۂ حسنہ، فرامین و ارشادات، آپ ﷺ کے فیصلے اور آپ ﷺ کے حکم کا فرض اور واجب ہونا لازم آتا ہے۔ اس لیے ''صرف قرآن ہی کافی ہے'' یا ''یکفینا القرآن'' کا نعرہ لگا کے حدیث رسول کا انکار کرنا گویا قرآن مجید کی ان ڈیڑھ سو آیات جن میں ایمان باللہ کے ساتھ ساتھ ایمان بالرسول، اطاعت رسول اور اتباع رسول کا حکم دیا گیا ہے، ان سب آیات کا انکار کرنا ہے اور نہ صرف ان ڈیڑھ سو آیات کریمہ بلکہ ان آیات کے علاوہ بھی احکام و عقائد کے باب میں قرآن مجید کی سینکڑوں تعلیمات کا کوئی مفہوم اور مراد متعین ہی نہیں ہو سکے گا پھر نتیجتاً ہر شخص ان آیات کی من مانی تاویل کر کے ان کی تضحیک کرے گا، انھیں تختۂ مشق بنا لے گا اور اس طرح دین اسلام کا کلّی طور پر انکار ہو جائے گا۔ اس لیے شریعتِ اسلامیہ پر صحیح طور پر عمل پیرا ہونے کے لیے صرف قرآن ہی نہیں بلکہ احادیث رسول مقبول ﷺ بھی ضروری و لازم ہے، ہاں! یہ بھی مسلم ہے کہ کتاب اللہ قرآن مجید اصل الاصول ہے جب کہ حدیث رسول ﷺ ثانی الاصول ہے۔

حجیتِ حدیث قرآن کی روشنی میں

جیسا کہ مذکور ہوا کہ تقریباً ڈیڑھ سو آیات کریمہ ایسی ہیں جن سے رسول کریم ﷺ کی اطاعت و اتباع کا فرض و واجب ہونا ثابت ہوتا ہے، ان تمام آیات کا ذکر یہاں طوالت کا سبب ہوگا اس لیے صرف پانچ آیات ذیل میں نقل کی جاتی ہیں:

(1) ''وَ مَاۤ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُۗ-وَ مَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْاۚ وَ اتَّقُوا اللّٰهَؕ-اِنَّ اللّٰهَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ. (پ28، سورۃ الحشر، آیت 7) ترجمہ: اور جو کچھ تمہیں رسول عطا فرمائیں وہ لو اور جس سے منع فرمائیں باز رہو اور اللہ سے ڈرو بے شک

اللہ کا عذاب سخت ہے۔"

(2) "وَ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ احْذَرُوْا۔ فَاِنْ تَوَلَّیْتُمْ فَاعْلَمُوْۤا اَنَّمَا عَلٰی رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ. (پ7/سورۃ المائدۃ، آیت 92) ترجمہ: اور حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا اور ہوشیار رہو پھر اگر تم پھر جاؤ تو جان لو کہ ہمارے رسول کا ذمہ صرف واضح طور پر حکم پہنچا دینا ہے۔"

(3) "قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ یَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ. (پ3/سورہ آل عمران، آیت 31) ترجمہ: اے محبوب تم فرما دو کہ لوگو اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمان بردار ہو جاؤ اللہ تمہیں دوست رکھے گا (ف ٦٤) اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔"

(4) "وَ مَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ فَاُولٰٓىٕكَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَ الصِّدِّیْقِیْنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَ الصّٰلِحِیْنَ وَ حَسُنَ اُولٰٓىٕكَ رَفِیْقًا. (پ5/سورۃ النساء، آیت 69) ترجمہ: اور جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانے تو اُسے ان کا ساتھ ملے گا جن پر اللہ نے فضل کیا یعنی انبیا اور صدیق اور شہید اور نیک لوگ یہ کیا ہی اچھے ساتھی ہیں۔"

(5) "وَ مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّ لَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ یَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِیَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ وَ مَنْ یَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِیْنًا۔ (پ22/سورۃ الاحزاب، آیت 36) ترجمہ: اور کسی مسلمان مرد نہ مسلمان عورت کو پہنچتا ہے کہ جب اللہ و رسول کچھ حکم فرما دیں تو اُنہیں اپنے معاملہ کا کچھ اختیار رہے اور جو حکم نہ مانے اللہ اور اس کے رسول کا وہ بے شک صریح گمراہی بہکا۔"

کیا نبی کریم ﷺ کی طاعت کا حکم صرف ظاہری حیات تک ہے؟

اس مقام پر یہ شبہ پیدا کیا جاتا ہے کہ مذکورہ بالا آیات کریمہ میں رسول خدا ﷺ کی اطاعت و اتباع کا جو بار بار حکم دیا گیا ہے، یہ مسلم ہے لیکن یہ حکم رسول پاک ﷺ کی صرف حیات ظاہری تک تھا نہ کہ قیامت کے لیے۔

جواب: اوّلاً یہ کہ احکام الٰہیہ کو مقید کہنے کے لیے دلیل ضرور ہے، لیکن قرآن کریم میں کہیں بھی ایسی بات مذکور نہیں کہ یہ حکم حیات ظاہری تک تھا۔

ثانیاً اگر معاذ اللہ! رسول کریم ﷺ کی اطاعت و اتباع سے متعلق احکام الٰہیہ کو رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات ظاہری کے ساتھ خاص کر دیا جائے تو دوسرے لفظوں میں اس کا صاف اور واضح مطلب یہ ہوگا کہ قرآن و اسلام پر عمل کرنے کا زمانہ بھی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات ظاہری تک محدود ہے، اس لیے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودات کی اطاعت اور ان افعال کی پیروی لازم ہی اس لیے تھی کہ بغیر اس کے قرآن و اسلام کی تفصیلات کو سمجھنا اور ان پر عمل کرنا ممکن ہی نہ تھا۔ لیکن جب قرآن و اسلام پر عمل در آمد کا حکم قیامت تک کے لیے ہے تو ثابت ہوا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و اتباع کا حکم بھی قیامت تک کے لیے ہے۔

ایک اور شبہ! کیا رسول اللہ ﷺ کی اطاعت مستقل نہیں؟

قرآن کریم نے بیان کیا ہے کہ منصبِ رسالت و نبوت تبلیغ و اشاعت احکام الٰہی ہے تو رسول کی اطاعت صرف اس اعتبار کر ہے کہ وہ احکام الٰہی کی تبلیغ و ترسیل کر رہے ہیں، مستقل طور پر نبی ﷺ کے حکم کی اطاعت کا حکم نہیں۔

جواب: لغت و عرف اور شریعت و عقل کی رو سے اطاعت ہمیشہ احکام کی کی جاتی ہے اور قرآن کریم نے اللہ کے رسول ﷺ کی اطاعت و فرماں برداری کا حکم دیا اور آج بھی قرآن ہم سے اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مطالبہ کر رہا ہے اور ظاہر ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی اطاعت سے وہ احکام ہرگز نہیں مراد لیے جا سکتے جو خدا کی طرف سے قرآن میں وارد ہوئے ہیں، کیوں کہ احکام خداوندی ہونے کی حیثیت سے ہمارے لیے وہ احکام پہلے ہی سے واجب الاطاعت ہیں۔ پھر اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے احکام قرآن ہی مراد لیا جائے تو تحصیل حاصل لازم آئے گی اور یہ باطل ہے۔ اس لیے لامحالہ ماننا پڑے گا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جن احکام کی اطاعت کا ہمیں حکم دیا

گیا ہے وہ قرآن مجید میں وارد شدہ احکام خداوندی کے علاوہ ہیں اور یہ بھی ماننا پڑے گا کہ رسول خدا ﷺ کی اطاعت مستقل ہے۔

حجیت حدیث احادیث مبارکہ کی روشنی میں

آیات کریمہ کے ساتھ ساتھ احادیث مبارکہ میں بھی کثیر احادیث ایسی ہیں جن سے حضور نبی کریم ﷺ کی اطاعت و پیروی کا لازم ہونا ثابت ہوتا ہے۔ ذیل میں اس تعلق سے صرف پانچ احادیث کریمہ ذکر کی جارہی ہیں:

(1) حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، ملائکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ عرض گزار ہوئے:

”فَمَنْ أَطَاعَ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَدْ أَطَاعَ اللّٰهَ، وَمَنْ عَصَى مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَدْ عَصَى اللّٰهَ، وَمُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرْقٌ بَيْنَ النَّاسِ. (صحيح البخاری، كِتَابُ الِاعْتِصَامِ بِالْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ، بَابُ الِاقْتِدَاءِ بِسُنَنِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ، ح 7281)

یعنی جس نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کی تحقیق اس نے اللہ کی اطاعت کی جس نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی اور محمد ﷺ (اچھے اور برے) لوگوں کے درمیان فرق کرنے والے ہیں۔“

(2)”حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ، حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ، حَدَّثَنَا هِلَالُ بْنُ عَلِيٍّ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: كُلُّ أُمَّتِي يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ إِلَّا مَنْ أَبَى، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، وَمَنْ يَأْبَى؟ قَالَ: مَنْ أَطَاعَنِي دَخَلَ الْجَنَّةَ وَمَنْ عَصَانِي فَقَدْ أَبَى. (صحيح البخاری، كِتَابُ الِاعْتِصَامِ بِالْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ، بَابُ الِاقْتِدَاءِ بِسُنَنِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ، ح 7280)

یعنی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: میری تمام امت جنت میں داخل ہوگی مگر وہ شخص جس نے انکار کیا، حضور ﷺ سے عرض کیا گیا: کس نے انکار کیا؟ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہو گیا اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے انکار کیا۔“

(3) حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ نَجْدَةَ، حَدَّثَنَا أَبُو عَمْرِو بْنُ كَثِيرِ بْنِ دِينَارٍ، عَنْ حَرِيزِ بْنِ عُثْمَانَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي عَوْفٍ، عَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِي كَرِبَ، عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهُ قَالَ: أَلَا إِنِّي أُوتِيتُ الْكِتَابَ وَمِثْلَهُ مَعَهُ، أَلَا يُوشِكُ رَجُلٌ شَبْعَانُ عَلَى أَرِيكَتِهِ، يَقُولُ: عَلَيْكُمْ بِهَذَا الْقُرْآنِ فَمَا وَجَدْتُمْ فِيهِ مِنْ حَلَالٍ فَأَحِلُّوهُ وَمَا وَجَدْتُمْ فِيهِ مِنْ حَرَامٍ فَحَرِّمُوهُ، أَلَا لَا يَحِلُّ لَكُمْ لَحْمُ الْحِمَارِ الْأَهْلِيِّ وَلَا كُلُّ ذِي نَابٍ مِنَ السَّبُعِ وَلَا لُقَطَةُ مُعَاهِدٍ، إِلَّا أَنْ يَسْتَغْنِيَ عَنْهَا صَاحِبُهَا، وَمَنْ نَزَلَ بِقَوْمٍ فَعَلَيْهِمْ أَنْ يَقْرُوهُ فَإِنْ لَمْ يَقْرُوهُ فَلَهُ أَنْ يُعْقِبَهُمْ بِمِثْلِ قِرَاهُ.

(سنن ابی داود، کتاب السنۃ، باب فی لزوم السنۃ ح 4604) یعنی اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: سنو! مجھے قرآن بھی دیا گیا اور قرآن کے ساتھ اس کے مثل بھی، سنو! قریب ہے کہ کوئی پیٹ بھرا تکیہ لگائے ہوئے یہ کہنے لگے کہ لوگو! تمہیں یہ قرآن کافی ہے بس جو چیز اس میں حلال ملے اس کو حلال سمجھو اور جو حرام ہے اسے حرام سمجھو، سنو! تمہارے لیے پالتو گدھا حلال نہیں اور نہ ہی شکاری درندہ اور نہ تمہارے لیے کسی ذمی کی پڑی ہوئی چیز حلال ہے سوائے اس کے کہ اس کا مالک اس سے دستبردار ہو جائے اور اگر کوئی کسی قوم میں قیام کرے تو ان پر اس کی ضیافت لازم ہے اور اگر وہ اس کی ضیافت نہ کریں تو اسے حق ہے کہ وہ ان سے مہمانی کے بقدر لے لے۔“

(4)”حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ بَشِيرِ بْنِ ذَكْوَانَ الدِّمَشْقِيُّ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْعَلَاءِ يَعْنِي ابْنَ زَبْرٍ، حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي الْمُطَاعِ، قَالَ: سَمِعْتُ الْعِرْبَاضَ بْنَ سَارِيَةَ، يَقُولُ: قَامَ فِينَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ، فَوَعَظَنَا مَوْعِظَةً بَلِيغَةً وَجِلَتْ مِنْهَا الْقُلُوبُ، وَ

ذَرَفَتْ مِنْهَا الْعُيُونُ، فَقِيلَ: يَا رَسُولَ اللهِ وَعَظْتَنَا مَوْعِظَةَ مُوَدِّعٍ، فَاعْهَدْ إِلَيْنَا بِعَهْدٍ، فَقَالَ: عَلَيْكُمْ بِتَقْوَى اللهِ وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ وَإِنْ عَبْدًا حَبَشِيًّا وَسَتَرَوْنَ مِنْ بَعْدِي اخْتِلَافًا شَدِيدًا، فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ، عَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ وَإِيَّاكُمْ وَالْأُمُورَ الْمُحْدَثَاتِ، فَإِنَّ كُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ. (سنن ابن ماجہ، کتاب السنۃ، باب: اتِّبَاعِ سُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ، ح 42) یعنی حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان کھڑے ہوئے، آپ نے ہمیں ایک مؤثر نصیحت فرمائی، جس سے دل لرز گئے اور آنکھیں ڈبڈبا گئیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا: اللہ کے رسول ﷺ! آپ نے تو رخصت ہونے والے شخص جیسی نصیحت کی ہے، لہٰذا آپ ہمیں کچھ وصیت فرما دیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اللہ سے ڈرو اور امیر (سربراہ) کی بات سنو اور اس کی اطاعت کرو، گرچہ تمہارا امیر ایک حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو، عنقریب تم لوگ میرے بعد سخت اختلاف دیکھو گے، تو تم پر میری سنت اور ہدایت یافتہ خلفا راشدین کی سنت کی پیروی لازم ہے، اسے اچھی طرح پکڑ لو، دین میں نئی باتوں سے بچو کیوں کہ ہر بدعت (جو دین سے متصادم ہو) گمراہی ہے۔''

(5)''حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ الثَّقَفِيُّ، وَأَبُو كَامِلٍ الْجَحْدَرِيُّ وَتَقَارَبَا فِي اللَّفْظِ، وَهَذَا حَدِيثُ قُتَيْبَةَ، قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ سِمَاكٍ، عَنْ مُوسَى بْنِ طَلْحَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: مَرَرْتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، بِقَوْمٍ عَلَى رُءُوسِ النَّخْلِ، فَقَالَ: مَا يَصْنَعُ هَؤُلَاءِ؟ فَقَالُوا يُلَقِّحُونَهُ، يَجْعَلُونَ الذَّكَرَ فِي الْأُنْثَى، فَيَلْقَحُ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا أَظُنُّ يُغْنِي ذَلِكَ شَيْئًا، قَالَ: فَأُخْبِرُوا بِذَلِكَ، فَتَرَكُوهُ، فَأُخْبِرَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذَلِكَ، فَقَالَ: إِنْ كَانَ يَنْفَعُهُمْ ذَلِكَ، فَلْيَصْنَعُوهُ، فَإِنِّي إِنَّمَا ظَنَنْتُ ظَنًّا، فَلَا تُؤَاخِذُونِي بِالظَّنِّ، وَلَكِنْ إِذَا حَدَّثْتُكُمْ عَنِ اللهِ شَيْئًا، فَخُذُوا بِهِ، فَإِنِّي لَنْ أَكْذِبَ عَلَى اللهِ عَزَّ وَجَلَّ. (صحیح مسلم، كِتَاب الْفَضَائِلِ، باب وُجُوبِ امْتِثَالِ مَا قَالَهُ شَرْعًا دُونَ مَا ذَكَرَهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ مَعَايِشِ الدُّنْيَا عَلَى سَبِيلِ الرَّأْيِ، ح 6162) یعنی حضرت موسی بن طلحہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ میرا کھجوروں کے پاس کچھ لوگوں پر گزر ہوا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ لوگ کیا کر رہے ہیں؟ انہوں نے عرض کیا: یہ لوگ کھجوروں میں قلم لگا رہے ہیں یعنی نر کھجور کو مادہ کھجور کے ساتھ ملا رہے ہیں جس سے وہ پھل دار ہو جاتی ہے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے گمان میں یہ عمل ان کو کسی چیز سے مستغنی نہیں کرے گا۔ جب ان صحابہ کو حضور ﷺ کے اس ارشاد کی خبر ہوئی تو انہوں نے یہ عمل ترک کر دیا۔ جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر ان کو اس میں فائدہ ہے تو کرتے رہیں، میں نے گمان کیا تھا کہ تم اس گمان پر عمل نہ کرو البتہ جب میں تمہارے سامنے اللہ تعالیٰ سے کوئی بات (حدیث) بیان کروں تو اسے لے لیا کرو، کیوں کہ میں خدائے عزوجل پر کوئی غلط بات نہیں کہتا۔''

کیا احادیث کی حفاظت کا کام دو صدی بعد ہوا؟

زمانۂ نبوی میں حفاظت حدیث کا اہتمام نہیں کیا گیا بلکہ حدیث کی موجودہ کتابیں دوسری اور تیسری صدی میں تصنیف ہوئی ہیں اور جامعین حدیث نے سنی سنائی باتوں کو جمع کر دیا ہے، اب یہ کیسے مان لیا جائے کہ اتنے طویل عرصے کے بعد جو باتیں جمع کر کے حضور ﷺ کی طرف منسوب کر دی گئی ہیں، وہ حضور ﷺ ہی کی فرمودہ ہیں، اس لیے ذخیرۂ احادیث کا محفوظ رہنا محل نظر ہے اور یہ مستند بھی نہیں ہیں۔

جواب: یہ اعتراض انتہائی لغو اور فضول ہے، اس طرح کی باتیں

وہ لوگ کرتے ہیں جنھوں نے کبھی فن حدیث کا مطالعہ نہیں کیا، حقیقت یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد مبارک سے لے کر ہر عہد میں حدیث کی حفاظت کا اہتمام کیا گیا جس کے مختلف طریقے ہوا کرتے تھے، یہاں راقم الحروف حفاظت حدیث کے صرف تین طریقے بیان کر رہا ہے۔

حفظِ حدیث کے ذریعہ حفاظت حدیث

اللہ تعالیٰ نے یوں تو انسان کو بے شمار نعمتیں عطا کی ہیں لیکن قوتِ حافظہ ان میں اہم ترین نعمت ہے، اللہ تعالیٰ کی اس خاص نعمت سے انسان مشاہدات وتجربات اور حالات وواقعات کو اپنے ذہن میں محفوظ رکھتا ہے اور ضرورت کے وقت انہیں مستحضر کر کے کام میں لاتا ہے۔ انسان کا قدیم ترین اور ابتدائی طریقۂ حفاظت ''حفظ'' ہے۔ تہذیبوں کے اس نشیب وفراز کے ہر دور میں حافظہ کی حیثیت مسلم رہی اور اہل عرب کا قوت حافظہ تو ضرب المثل ہے اس لیے اہل عرب اپنے مشاہدات، تجربات، واقعات، حالات، معلومات لکھنے سے کہیں زیادہ حفظ کرنے کو ترجیح دیتے، صحابہ کرام کو بھی اللہ تعالیٰ نے ذہانت وفطانت اور قوت حافظہ سے نوازا تھا جس کے سبب وہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احوال وکوائف، اقوال وافعال، مشاہدات وتجربات اور حالات وواقعات کو محفوظ کرنے کے لیے انہیں معرض تحریر میں لانے کی بجائے حفظ ویاد پر ہی اکتفا کرتے، مجمع الزوائد میں ہے:

''عَنْ أَنَسٍ قَالَ: كُنَّا قُعُودًا مَعَ نَبِيِّ اللّٰهِ ﷺ فَعَسَى أَنْ يَكُونَ قَالَ: سِتِّينَ رَجُلًا فَيُحَدِّثُنَا الحَدِيثَ ثُمَّ يَدْخُلُ لِحَاجَتِهِ، فَنَتَرَاجَعُهُ بَيْنَنَا هَذَا ثُمَّ هَذَا، فَنَقُومُ كَأَنَّمَا زُرِعَ فِي قُلُوبِنَا.« (مجمع الزوائد، بَابٌ فِي مُدَارَسَةِ الْعِلْمِ وَمُذَاكَرَتِهِ، ح 734) یعنی حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ہم لوگ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں ہوتے (راوی کہتے ہیں) حضرت انس نے شاید یہ بھی کہا تھا: ہم 60 افراد بیٹھے ہوئے تھے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم احادیث بیان کرتے رہے پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی کام کے سلسلے میں گھر تشریف لے گئے تو ہم آپس میں اُن احادیث کی آپس میں یکے بعد دیگرے مذاکراہ اور دورہ شروع کر دیتے یہاں تک کہ اس کے بعد جب ہم مجلس سے اٹھتے تو ایسا محسوس ہوتا تھا کہ یہ حدیثیں ہمارے قلوب واذہان میں بو دی گئی ہیں۔''

حفظ احادیث کا ذوق وشوق اس قدر شباب پر تھا کہ ایک دوسرے کو مذاکرہ حدیث کی ترغیب بھی دیا کرتے، چناں چہ مستدرک علی الصحیحین میں ہے:

''فَأَخْبَرَنَاهُ أَبُو الْعَبَّاسِ مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ الْمَحْبُوبِيُّ، ثنا سَعِيدُ بْنُ مَسْعُودٍ، ثنا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، أَنْبَأَ كَهْمَسٌ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُرَيْدَةَ، قَالَ: قَالَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ: تَذَاكَرُوا الْحَدِيثَ فَإِنَّكُمْ إِلَّا تَفْعَلُوا يَنْدَرِسْ. (المستدرک علی الصحیحین، ح 324) یعنی حضرت علی المرتضیٰ شیرِ خدا کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم فرماتے ہیں: حدیث کا آپس میں دورہ ومذاکرہ کیا کرو اس لیے کہ اگر تم ایسا نہیں کرو گے تو حدیث ذہن سے نکل جائے گی۔''

درج بالا روایات اس چیز کا بین ثبوت ہیں کہ صحابہ کرام کے درمیان احادیث کریمہ کے حفظ وضبط کا خصوصی اہتمام اور عام رواج تھا، ہر فرد ممکنہ حد تک اس بات کے لیے تیار رہتا کہ سنت رسول کا علم جس طرح بھی ہو، حاصل کیا جائے، اس کا آپس میں خوب مذاکرہ ودورہ کیا جائے تا کہ سب لوگ اس سے بخوبی واقف ہو جائیں اور سب کو اچھے سے حفظ ہو جائیں۔

اپنے عمل وکردار کے ذریعہ سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت

حفاظت حدیث کی ذمہ داری سے صحابہ کرام اس منزل پر آ کر خاموش نہیں ہو گئے کہ ان کو محفوظ کر کے آرام کی نیند سو جاتے بلکہ ہر شخص ان فرامین رسول وحدیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سانچے میں اپنے آپ کو ڈھالنے کی کوشش کرتا، ان کے لطیف احساسات سے لے کر طبعی خواہشات تک سب کے سب سنت مصطفوی کے پابند تھے، ان کی خلوتوں کا سوز وگداز، ان کی جلوتوں کا خروشِ عمل، ان کے شب وروز کے مشاغل اور ان کے نالہائے شب دیجور سب میں سنت رسول کا عکس صاف طور پر دکھائی دیتا تھا۔

یہ کسی ایک فرد کی بات نہیں بلکہ شمع نبوت کے پروانوں کا عموماً یہی حال تھا کہ صرف اور صرف اپنے محبوب کی یاد کو دل میں بسائے سفر وحضر میں اپنی دنیا کو انہیں کے ذکر سے آباد رکھتے تھے، کتب احادیث کے مطالعہ سے یہ بات واضح طور پر ثابت ہو چکی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حدیث پاک بیان کرتے وقت جس خاص ہیئت ووضع کو اختیار فرمایا ہوتا تھا تو راوی بھی اسی ادا سے حدیث روایت کرتا، مثلاً: احادیث مسلسلہ میں وہ احادیث جن کے راوی بوقت روایت مصافحہ کرتے، تبسم فرماتے یا کسی دوسری ہیئت کا اظہار کرتے جو حضور سے ثابت ہوتی، ذیل میں ایک روایت دیکھیں:

’’حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ، حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْهَمْدَانِيُّ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ رَبِيعَةَ، قَالَ: شَهِدْتُ عَلِيًّا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَأُتِيَ بِدَابَّةٍ لِيَرْكَبَهَا، فَلَمَّا وَضَعَ رِجْلَهُ فِي الرِّكَابِ قَالَ: بِسْمِ اللّٰهِ فَلَمَّا اسْتَوَى عَلَى ظَهْرِهَا قَالَ: الْحَمْدُ لِلّٰهِ، ثُمَّ قَالَ: سُبْحَانَ الَّذِي سَخَّرَ لَنَا هَذَا وَمَا كُنَّا لَهُ مُقْرِنِينَ {13} وَإِنَّا إِلَى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُونَ {14} سورة الزخرف آية 13-14، ثُمَّ قَالَ: الْحَمْدُ لِلّٰهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، ثُمَّ قَالَ: اللّٰهُ أَكْبَرُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، ثُمَّ قَالَ: سُبْحَانَكَ إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي فَاغْفِرْ لِي فَإِنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا أَنْتَ، ثُمَّ ضَحِكَ فَقِيلَ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَيِّ شَيْءٍ ضَحِكْتَ؟ قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَلَ كَمَا فَعَلْتُ ثُمَّ ضَحِكَ فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ مِنْ أَيِّ شَيْءٍ ضَحِكْتَ؟ قَالَ: إِنَّ رَبَّكَ يَعْجَبُ مِنْ عَبْدِهِ إِذَا قَالَ اغْفِرْ لِي ذُنُوبِي يَعْلَمُ أَنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ غَيْرِي.

(سنن ابی داؤد، کتاب الجہاد، باب ما یقول الرجل اذا رکب، ح2602) یعنی حضرت علی بن ربیعہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوا، آپ کے لیے ایک سواری لائی گئی تا کہ اس پر سوار ہوں، جب آپ نے اپنا پاؤں رکاب میں رکھا تو بِسْمِ اللّٰہِ کہا، پھر جب اس کی پشت پر ٹھیک سے بیٹھ گئے تو اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہا اور سُبْحَانَ الَّذِی سَخَّرَ لَنَا ھٰذَا وَمَا كُنَّا لَهُ مُقْرِنِينَ وَإِنَّا إِلَى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُونَ کہا، پھر تین مرتبہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہا، پھر تین مرتبہ اَللّٰہُ أَكْبَرُ کہا، پھر سُبْحَانَكَ إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي فَاغْفِرْ لِي فَإِنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا أَنْتَ کہا، پھر مسکرائے، پوچھا گیا: امیر المومنین! آپ کیوں مسکرا رہے ہیں؟ تو انہوں نے کہا: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے ایسے ہی کیا جیسے کہ میں نے کیا پھر آپ مسکرائے تو میں نے پوچھا: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ کیوں مسکرا رہے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا: تیرا رب اپنے بندے سے خوش ہوتا ہے جب وہ کہتا ہے: اغْفِرْ لِي ذُنُوبِي يَعْلَمُ أَنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ غَيْرِي۔‘‘

کتابتِ حدیث کے ذریعہ حفاظت حدیث

کتابتِ حدیث کا سلسلہ زمانۂ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی میں شروع ہو چکا تھا، پہلے صحیفہ در صحیفہ تیار ہوتے رہے، پھر بعد کے ادوار میں انھیں ملا کر بڑی بڑی کتابوں کی شکل دی گئیں، یوں ہر پہلے دور کے صحائف کو بعد والے دور کی کتابوں میں سمو دیا گیا، یہ سلسلہ بڑے شوق وذوق کے ساتھ جاری رہا، راقم الحروف ذیل میں ایسے دلائل وبراہین ذکر کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے جو اس بات کا بین ثبوت ہیں کہ کتابتِ حدیث کا سلسلہ زمانۂ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ڈھائی سو سال بعد نہیں بلکہ زمانہ رسالت، زمانہ صحابہ وتابعین اور مابعد کے دور میں بغیر انقطاع کے جاری وساری رہا۔

(1) ’’حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسَى، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ، حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: لَمَّا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَى رَسُولِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ، قَامَ فِي النَّاسِ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ، ثُمَّ قَالَ: إِنَّ اللّٰهَ حَبَسَ عَنْ مَكَّةَ الْفِيلَ، وَسَلَّطَ عَلَيْهَا رَسُولَهُ وَالْمُؤْمِنِينَ، فَإِنَّهَا لَا تَحِلُّ لِأَحَدٍ كَانَ قَبْلِي، وَإِنَّهَا أُحِلَّتْ لِي سَاعَةً مِنْ نَهَارٍ، وَإِنَّهَا لَا تَحِلُّ لِأَحَدٍ بَعْدِي، فَلَا يُنَفَّرُ صَيْدُهَا،

وَلَا يُختلى شَوْكُهَا، وَلَا تحِلّ سَاقِطَتُهَا إِلَّا لمنشدٍ، وَمَنْ قُتِلَ لَهُ قَتِيلٌ فَهُوَ بِخَيْرِ النَّظَرَيْنِ، إِمَّا أَنْ يُفْدَى، وَإِمَّا أَنْ يُقِيدَ. فَقَالَ الْعَبَّاسُ: إِلَّا الْإِذْخِرَ، فَإِنَّا نَجْعَلُهُ لِقُبُورِنَا وَبُيُوتِنَا، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِلَّا الْإِذْخِرَ، فَقَامَ أَبُو شَاهٍ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْيَمَنِ، فَقَالَ: اكْتُبُوا لِي يَا رَسُولَ اللهِ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اكْتُبُوا لِأَبِي شَاهٍ، قُلْتُ لِلْأَوْزَاعِيِّ: مَا قَوْلُهُ اكْتُبُوا لِي يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ: هَذِهِ الْخُطْبَةَ الَّتِي سَمِعَهَا مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. (صحیح البخاری، کتاب فی اللُّقطۃ، باب کیف تعرّف لقطۃ أہل مکۃ، ح 2434)

یعنی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کے ہاتھوں مکہ فتح کیا تو حضور ﷺ لوگوں کو خطبہ ارشاد فرمانے کے لیے کھڑے ہوئے، اللہ کی حمدوثنا کی، پھر فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ہاتھی والوں کو مکہ سے روک دیا اور اپنے رسول ﷺ اور مومنین کو مکہ پر حکومت دی، مجھ سے پہلے کسی کے لیے مکہ حلال نہیں ہوا اور میرے لیے بھی دن کی کچھ گھڑی حلال ہوا، اب میرے بعد کسی کے لیے حلال نہ ہوگا، وہاں کا شکار نہ بھگایا جائے اور نہ وہاں کا کانٹا توڑا جائے اور نہ وہاں کا لقطہ اٹھانا کسی کے لیے جائز ہے مگر وہ جو اس کی تشہیر کرے اور جس کا کوئی عزیز قتل کیا جائے تو اس کو اختیار ہے چاہے دیت لے لے اور چاہے قصاص۔ حضرت عباس نے عرض کی: اذخر کاٹنے کی اجازت دیجیے کیوں کہ ہم اسے اپنے گھروں اور قبروں کے کام میں لاتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اذخر کاٹنے کی اجازت ہے۔ اہل یمن میں سے ایک آدمی ابوشاہ کھڑے ہوئے اور عرض کی: یارسول اللہ! یہ خطبہ مجھ کو لکھوا دیجیے، رسول اللہ ﷺ نے صحابہ سے فرمایا: ابوشاہ کے لیے یہ خطبہ لکھ دو۔ ولید بن مسلم نے کہا: میں نے اوزاعی سے دریافت کیا، اس کا کیا مطلب ہے کہ میرے لیے لکھوا دیجیے؟ انہوں نے کہا یعنی یہ خطبہ جو انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا تھا۔"

اس کے علاوہ حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے اللہ کے رسول ﷺ سے اپنی کتابتِ حدیث کے بارے میں دریافت کیا تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"اكْتُبْ، فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، مَا يَخْرُجُ مِنْهُ إِلَّا حَقٌّ. (سنن ابی داؤد، کتاب العلم، باب فی کتابۃ العلم، ح 3646) یعنی لکھو، اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، اس منہ سے صرف حق بات نکلتی ہے۔"

کتابتِ حدیث کا سلسلہ صرف کتابتِ حدیث تک ہی نہیں رہا بلکہ اسے جمع کر کے صحیفہ کی شکل بھی دی گئی اور اس صحیفہ کا نام "الصادقہ" رکھا گیا، طبقات ابن سعد میں ہے:

"عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ: اسْتَأْذَنْتُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم فِي كِتَابَةِ مَا سَمِعْتُ مِنْهُ، قَالَ: فَأَذِنَ لِي فَكَتَبْتُهُ، فَكَانَ عَبْدُ اللهِ يُسَمِّي صَحِيفَتَهُ تِلْكَ الصَّادِقَةَ. (الطبقات الکبریٰ، ج2، ص373) یعنی: حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے اجازت طلب کی کہ جو آپ سے سنوں اسے لکھ لیا کروں، آپ ﷺ نے اجازت عطا فرمائی، لہٰذا میں نے لکھا۔ حضرت عبد اللہ بن عمرو نے اپنے اپنے صحیفہ کا نام "الصادقہ" رکھا۔"

شبہ: احادیث محفوظ نہیں

کتابتِ حدیث کی ممانعت خود حضور نبی کریم ﷺ سے مروی ہے جیسا کہ حدیث پاک میں ہے:

"عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَا تَكْتُبُوا عَنِّي، وَمَنْ كَتَبَ عَنِّي غَيْرَ الْقُرْآنِ، فَلْيَمْحُهُ وَحَدِّثُوا عَنِّي، وَلَا حَرَجَ. (صحیح مسلم، کتاب الزہد والرقائق، باب التثبت فی الحدیث وحکم کتابۃ العلم ح 7510) یعنی مجھ سے (کوئی حدیث) نہ لکھو، جس نے قرآن کے علاوہ مجھ سے کچھ لکھا ہو وہ اسے مٹا دے اور میری حدیث بیان کرے اس میں کچھ حرج نہیں۔"

جب صراحتاً کتابتِ حدیث کی ممانعت ہے پھر صحابہ کرام سے احادیث لکھنے کا تصور بھی کیوں کر کیا جا سکتا ہے اور جب یہ متصور نہیں تو ثابت ہوا کہ احادیث محفوظ نہیں۔

جواب: سب سے پہلی بات تو یہ کہ اجازتِ کتابت والی حدیث سے بالفرض صرف نظر کر بھی لیا جائے پھر بھی مذکورہ حدیث سے احادیث مبارکہ کے محفوظ نہ ہونے پر استدلال کرنا حماقت اور صریح ضلالت ہے کیوں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کتابت حدیث سے منع فرمایا ہے حدیث بیان کرنے اور حفظ کرنے سے منع نہیں فرمایا بلکہ حدیث بیان کرنے کا حکم دیا ہے اور عدم کتابت کو عدم حفاظت کی دلیل بنانا بے وقوفی ہے۔

دوسری بات یہ کہ کتابتِ حدیث کی ممانعت والی حدیث کی بنیاد پر احادیث مبارکہ کو غیر محفوظ قرار دینے پر زور دینے والے اپنا یہ اصول کیوں بھول جاتے ہیں کہ ممانعت ثابت کرنے کے لیے بھی وہ احادیث ہی کا سہارا لے رہے ہیں۔ پھر یہ ان کے لیے کیوں کر جائز ہوگا۔

تیسری بات یہ کہ جہاں کتابتِ حدیث سے ممانعت کی حدیث موجود ہے وہیں کتابتِ حدیث کی اجازت کی احادیث موجود ہیں، اب بظاہر دونوں احادیث میں تعارض سمجھ میں آرہا ہے جس کی تطبیق علمائے کرام نے دی ہے، امام جلال الدین سیوطی شافعی علیہ الرحمہ تطبیق بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”لا تكتبوا عني إلى آخره هذا منسوخ بالأحاديث الواردة في الإذن في الكتابة وكان النهي حين خيف اختلاطه بالقرآن فلما أمن ذلك أذن فيها.

وقيل مخصوص بكتابة الحديث مع القرآن في صحيفة واحدة لئلا يختلط فيشتبه على القارئ.

(الدیباج علی المسلم، ج6،ص303) یعنی لا تكتبوا عني والی حدیث ان احادیث سے منسوخ ہے جن میں کتابت کی اجازت دی گئی ہے کہ منع فرمانا اس وقت تھا کہ جب اس بات کا اندیشہ تھا کہ کہیں قرآن اور حدیث آپس میں مل نہ جائیں لیکن جب اس بات کا اندیشہ نہ رہا تو کتابت حدیث کی اجازت دے دی گئی۔

اور ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ حدیث ایک صحیفہ میں قرآن کے ساتھ حدیث لکھنے کے ساتھ خاص ہے تاکہ حدیث، قرآن کے ساتھ مل کر قاری پر مشتبہ نہ ہو جائے۔“

امام نووی لکھتے ہیں:

”قيل هو في حق من يوثق بحفظه ويخاف اتكاله على الكتابة إذا كتب ويحمل الأحاديث الواردة بالاباحة على من لا يوثق بحفظه كحديث اكتبوا لابي شاه وحديث صحيفة على رضى الله عنه و حديث كتاب عمرو بن حزم الذى فيه الفرائض والسنن والديات وحديث كتاب الصدقة و نصب الزكاة الذى بعث به أبو بكر رضى الله عنه أنسا رضى الله عنه حين وجهه الى البحرين و حديث أبى هريرة أن ابن عمرو بن العاص كان يكتب ولا أكتب وغير ذلك من الأحاديث.

وقيل ان حديث النهى منسوخ بهذه الأحاديث وكان النهى حين خيف اختلاطه بالقرآن فلما أمن ذلك أذن في الكتابة.

وقيل انما نهى عن كتابة الحديث مع القرآن في صحيفة واحدة لئلا يختلط فيشتبه على القارئ في صحيفة واحدة. (شرح مسلم للنووی، ج10،ص127) یعنی ایک قول یہ ہے کہ لکھنے سے منع اس شخص کو کیا گیا جسے اپنے حافظہ پر مکمل اعتماد ہو اور لکھنے کی صورت میں ڈر ہو کہ کہیں لکھنے پر ہی اعتماد نہ کر لے اور اجازت کی احادیث اس پر محمول ہیں کہ جس کو حافظہ پر اعتماد نہ ہو اسے لکھنے کی اجازت دی جیسے فرمایا: ابو شاہ کو میری حدیث لکھ دو، حدیث صحیفہ علی، عمرو بن حزم کو فرائض، سنن اور دیات کے بارے میں احادیث لکھ کر دیں، حدیث کتاب الصدقۃ اور زکوۃ کے نصابات جو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت انس کو بحرین کا عامل بنا کر بھیجتے وقت لکھ کر دیئے، ابو ہریرہ رضی اللہ بقیہ ص ۳۷ پر

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عظمت احادیث کی روشنی میں

از: مفتیہ عائشہ خاتون امجدی*

اسلاف و اخلاف

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا خلیفہ اوّل سیدنا صدیق اکبر بھی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیٹی ہیں، ان کی ماں کا نام زینب ام رومان ہے، سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی کنیت ام عبد اللہ ہے، مدارج النبوۃ میں ہے کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ ان کی کنیت مقرر فرمائیں، حضور ﷺ نے فرمایا: اپنی بہن اسماء بنت ابی بکر کے صاحبزادے سے اپنی کنیت رکھ لو، یعنی عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے، آپ کی عظمت و فضائل میں بہت سی احادیث صحیحہ وارد ہیں، صحیح بخاری میں حضرت انس بن مالک دینار سے روایت ہے:

"سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم، يقول: فضل عائشة على النساء كفضل الثريد على سائر الطعام۔ یعنی حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت باقی عورتوں پر ایسی ہے جیسے ثرید کی فضیلت اور تمام کھانوں پر۔" (صحیح بخاری، ۳۷۷۰)

ثرید یعنی روٹی شوربا، بوٹیاں بہترین غذا ہے، ساری غذاؤں سے افضل کہ وہ زود ہضم نہایت ہی مقوی، بہت مزے دار، چبانے سے بے نیاز، بہت صفات کی جامع غذا ہے، ایسے ہی سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا صورت، سیرت، علم و عمل، فصاحت، فطانت، ذکاوت، عقل و فہم، حضور کی محبوبیت وغیرہ ہزارہا صفات کی جامع ہیں۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے وہ کمالات روحانیہ ہیں جن کی وجہ سے ان کا منصب بارگاہ الٰہی میں نہایت بلند ہے اور جن کے وجود سے ان کو انوار نبوت سے بدرجہ اتم منور ہونے کی قابلیت حاصل ہوئی، اس کا ذکر اس حدیث پاک میں ملتا ہے:

"عَنِ الزُّهْرِي: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: لَوْ جمعَ عِلْمَ نِسَاءِ هَذِهِ الْأُمَّةِ فِيهِنَّ أَزْوَاجُ النَّبِيِّ ﷺ كَانَ عِلْمُ عَائِشَةَ أَكْثَرَ مِن عِلْمِهِنَّ۔ یعنی حضرت زہری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر اس امت کی تمام عورتوں کے جن میں امہات المومنین بھی شامل ہیں علم کو جمع کر لیا جائے تو عائشہ کا علم ان سب کے علم سے زیادہ ہے۔" (طبرانی ۲۳/ ۱۸۴-۲۹۹)

حضرت عائشہ صدیقہ ایل کے کمالات عظمت و فضیلت پر یہ حدیث بھی دلالت کرتی ہے، جسے بخاری و مسلم میں روایت کیا گیا ہے:

"عَنْ أَبِي سَلَمَةَ: إِنَّ عَائِشَةَ رضي الله عنها قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَوْمًا: يَا عَائِشَةَ، هَذَا جِبريلُ يقْرِئكِ السَّلَامَ، فَقُلْتُ: وَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَ رَحمةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ، تَرَي مَا لَا أَرَي تُرِيدُ رَسُولَ اللهِ ﷺ۔ یعنی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے عائشہ! یہ جبرئیل تمہیں سلام کہتے ہیں، میں نے جواب دیا: ان پر بھی سلام ہو اور اللہ کی رحمت اور برکات ہوں، لیکن آپ (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جو کچھ دیکھ سکتے ہیں وہ میں نہیں دیکھ سکتی۔" (صحیح بخاری: ۳۵۵۷)

اصحاب رسول اللہ ﷺ کو کسی مسئلہ میں کوئی اشکال ہوتا اور وہ مشکل کہیں حل نہ ہوتی تو سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس حاضر ہوتے، ان کے پاس یا تو اس کے متعلق حدیث ہوتی یا کسی حدیث سے اس مسئلہ کا استنباط مل جاتا، پوری دنیا میں سیدہ

* مضمون نگار جامعہ خدیجہ للبنات پورنپور، پیلی بھیت کی صدر معلمات ہیں۔

عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جیسی کوئی عالمہ، فقیہ پیدا نہ ہوئی، آپ کی تجر علمی پر یہ حدیث ملاحظہ فرمائیں:

"عَنْ أَبِي مُوْسي، قَالَ :مَا أَشْكَلَ عَلَيْنَا أَصْحَابَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ حَدِيثُ قَطُّ فَسَأَلْنَا عَائِشَةَ إِلَّا وَجَدْنَا عِندَهَا مِنْهُ عِلْمًا۔ یعنی حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم اصحاب رسول ﷺ کے لیے جب کبھی بھی کوئی حدیث مشکل ہوجاتی تو ہم ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس کے بارے میں پوچھتے تو ان کے ہاں اس حدیث کا صحیح علم پالیتے۔"

آپ علوم قرآنی، علوم حدیث کی جامع، بڑی محدثہ اور بڑی فقیہ تھیں، آپ خلیفہ دوم امیر المومنین سیدنا عمر فارق اور خلیفۂ سوم سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں فتویٰ دیا کرتی تھیں، رسول اللہ صل اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے اکابر حضرات عمر فاروق اور عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہما وغیرہ حضور ﷺ کے بعد سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں کسی کو بھیج کر حدیثیں پوچھا کرتے تھے:

"عَنْ عُرْوَةَ، قَالَ: مَا رَأَيْتُ أَحَدًا أَعْلَمَ بِشِعْرٍ، وَلَا فَرِيضَةٍ، وَلَا أَعْلَمَ بِفِقْهٍ مِنْ عَائِشَةَ۔ ترجمہ: حضرت عروہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر، شعر، فرائض اور فقہ کا عالم کسی کو نہیں دیکھا۔" (أخرجه ابن أبي شيبة في المصنف، ۵/ ۲۷۶، الرقم: ۲۶۰۴۴)

ایک دوسری روایت میں ہے:

"عَنْ مُوْسي بنِ طَلْحَةَ، قَالَ: مَا رَأَيْتُ أَحَدًا أَفْصَحَ مِنْ عَائِشَةَ۔ یعنی حضرت موسیٰ بن طلحہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر کسی کو صحیح نہیں دیکھا۔" (ترمذی: ۳۸۸۴)

ابن سعد نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نقل کیا ہے کہ خود عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرمایا کرتی ہیں کہ مجھے تمام ازواج مطہرات پر چند ایسی فضیلتیں حاصل ہیں جو دوسری ازواج مطہرات کو حاصل نہیں ہوئیں:

۱ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تم نے میرے سوا کسی کنواری عورت سے نکاح نہیں فرمایا۔

۲ میرے سوا ازواج مطہرات میں سے کوئی بھی ایسی نہیں جس کے ماں باپ دونوں مہاجر ہوں۔

۳ اللہ تعالیٰ نے میری براءت اور پاک دامنی کا بیان آسمان سے قرآن میں نازل فرمایا۔

۴ نکاح سے قبل حضرت جبرئیل علیہ السلام نے ایک ریشمی کپڑے میں میری صورت لاکر حضور ﷺ کو دکھلادی تھی اور آپ تین رات خواب میں مجھے دیکھتے رہے۔

۵ میں اور حضور ایک ہی برتن میں سے پانی لے لے کر غسل کیا کرتے تھے، یہ شرف میرے سوا ازواج مطہرات میں سے کسی کو بھی نصیب نہیں ہوا۔

۶ میں حضور کے ساتھ لحاف میں سوتی رہتی اور آپ پر اللہ تعالیٰ کی وحی نازل ہوا کرتی تھی۔ یہ وہ اعزاز خداوندی ہے جو میرے سوا حضور کی کسی زوجہ مطہرہ کو حاصل نہیں ہوا۔

۷ وفات اقدس کے وقت میں حضور کو اپنی گود میں لیے ہوئے بیٹھی تھی اور آپ کا سر انور میرے سینے اور حلق کے درمیان تھا اور اسی حالت میں حضور کو وصال ہوا۔

۸ حضور ﷺ نے میری باری کے دن وفات فرمائی۔

۹ حضور ﷺ کی قبر انور میرے گھر میں بنی۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا حجرہ قیامت تک فرشتوں، انسانوں اور جناتوں کی زیارت گاہ بنا۔ کیوں کہ یہی حجرہ حضور ﷺ کی آخری آرام گاہ بنا: ؎

جن کا پہلو ہو نبی کی آخری آرام گاہ
جن کے حجرے میں قیامت تک نبی ہوں جا گزیں

فقہ وحدیث کے علوم میں ازواج مطہرات کے اندر ان کا درجہ بہت ہی بلند ہے۔ ۲۰۱۰ رحدیثیں انھوں نے حضور نبی کریم ﷺ سے روایت کی ہیں، ان کی روایت کی ہوئی حدیثوں میں سے ۱۷۴ رحدیثیں ایسی ہیں، جو بخاری ومسلم دونوں کتابوں میں ہیں اور ۵۴ رحدیثیں ایسی ہیں جو صرف بخاری بقیہ ص ۲۶ رپر

تصنیف: امام فقیہ ابو اللیث نصر ابن محمد سمر قندی

ترجمہ: علامہ مفتی محمد صالح قادری بریلوی*

فکر آخرت

بتیسویں قسط

گزشتہ سے پیوستہ

حدیث شریف: اور مروی ہے کہ نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم نے ارشاد فرمایا:

''ایما مسلم خرج من بیتہ مھاجراً الی اللہ ورسولہ۔ الحدیث۔ (ترجمہ) جو بھی مسلمان، اللہ ورسول کی طرف ہجرت کیلئے گھر سے نکلا اور رکاب میں پیر رکھا (اور روانہ ہوا) اگرچہ ایک ہی قدم آگے بڑھا کہ موت آگئی تو اللہ تعالیٰ اسے بھی ثوابِ مہاجرین کی طرح (پورا) ثوابِ ہجرت دے گا اور (مزید فرمایا) جو بھی مسلمان جہاد فی سبیل اللہ کے قصد سے اپنے گھر سے نکلا اور جنگ شروع ہونے سے پہلے کسی طرح مر گیا (مثلاً) سواری کے جانور نے گرا کر کچل دیا یا کسی زہریلے کیڑے نے ڈس لیا یا موت کا اور کوئی سبب ہوا تو وہ بھی (مرتبہ میں) شہید ہے۔ اور جو بیت اللہ جانے کے لئے (حج یا عمرہ یا محض طواف وزیارت کے قصد سے) گھر سے چلا اور وہاں پہنچنے سے پہلے راستے میں موت آگئی تو اللہ اس کیلئے جنت واجب (یعنی استحقاق دخول جنت، ثبت) فرمادے گا۔''

مسئلہ ہجرت: (مصنف علیہ الرحمہ نے کہا اب عہد رسالت کے بعد حکم یہ ہے کہ) جو شخص (اقتضائے صورت فرار کے باوجود) اپنے ملک (یا شہر) سے منتقل نہیں ہوا اور حال یہ ہو کہ وہ وہاں اللہ کے احکام (فرائض وغیرہ) کی ادائیگی پر قدرت رکھتا ہے تو اس میں حرج نہیں ہے کہ وہ وہیں ٹھہرا رہے جبکہ لوگوں کے فسق وفجور سے دل میں نفرت رکھے کیونکہ (ایسی صورت میں) وہ معذور ہے۔ (لہٰذا اس کے لئے وہاں سے منتقل ہونا فرض نہیں)

کیا محض نفرت وکراہت کافی؟

قول ابن مسعود: اور مروی ہے کہ حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: تم میں کا کوئی (عام) آدمی جب کہیں کوئی منکر دیکھے اور (ہاتھ یا زبان سے) تغییر کی استطاعت نہیں رکھتا ہو تو اس کو صرف اس قدر (عملِ قلب) کافی ہے کہ اللہ کو اس کے دل میں فعل منکر کی کراہت دِکھے۔ (یعنی وہ اللہ کے علم میں مخلص وصادق ہو)

جسے انکار وتغییر کی ہمت نہیں وہ کیا کرے؟

اور بعض صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ (وعنہم) سے مروی ہے فرمایا کہ جب تم میں کا کوئی آدمی منکر دیکھے اور اس پر انکار وتغییر کی ہمت وطاقت نہیں رکھتا ہو تو اسے چاہئے کہ تین مرتبہ یہ (جملہ) کہہ لے: یا اللہ! یہ کام (یابات) بے شک منکر ہے تو، تو اس پر مجھے مت پکڑ'' تو جب اس نے یہ جملہ کہہ لیا تو (اتنا ہی نہیں کہ پکڑ سے بچ گیا، بلکہ اللہ کی رحمت سے) وہ امر ونہی کے ثواب کا بھی مستحق ہوا۔

اپنی فکر کرو دوسروں کی فکر چھوڑو

تفسیری قول: اور حضرت عمر ابن جابر لخمی (محدث علیہ الرحمہ) سے روایت آئی وہ ابوامیہ (تابعی رحمہ اللہ تعالیٰ) سے راوی ہیں انہوں نے بتایا کہ میں نے حضرت ابوثعلبہ خشنی (صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے اس آیہ کریمہ: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيْكُمْ أَنفُسَكُمْ۔ الآیۃ[۱] کے بارے میں سوال کیا (یعنی مطلب پوچھا) تو جواب دیا کہ میں اس کے بارے میں خود خبیر سے پوچھ چکا ہوں، یعنی خود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تو جواب میں حضور نے ارشاد فرمایا تھا: اے ابوثعلبہ! مطلب یہ ہے کہ بھلے کاموں کا مشورہ

[۱] یہ سورۂ مائدہ کی آیت نمبر ۱۰۵ رہے، پوری آیت کریمہ اور اس کا ترجمہ ابھی آگے آتا ہے، ۱۲ مترجم غفرلہ۔

* مترجم جامعۃ الرضا بریلی شریف کے صدر مفتی اور شیخ الحدیث ہیں۔

دو اور نیک کام کرنے کو کہو، برے اور ناپسندیدہ کاموں سے منع کرو پھر جب تم یہ دیکھو کہ دنیا کو آخرت پر ترجیح دی جا رہی ہے اور شحِّ نفس کی (یعنی کنجوسی خود غرضی کی) اطاعت ہو رہی ہے اور جب تمہیں، صاحب رائے کا اپنی رائے کو پسند کرنا (یعنی عُجب میں مبتلا ہونا) دِکھے تو (ایسی صورت حال میں) اللہ کا حکم ہے ”علیک نفسک“ (یعنی اس وقت اپنی فکر کر صرف اپنی مضرت ومنفعت پر نظر رکھ) دوسروں کی فکر چھوڑ، کیونکہ تمہارے بعد (یعنی ان موجودہ ایام کے بعد) صبر آزما دن آئیں گے، آج تم لوگ جس (دینداری) پر ہو، اس کو آنے والے (فتنہ وفساد کے) وقت میں، تھامنے والا ایک فرد پچاس عاملوں کے سے اجر کا مستحق ہوگا، حاضرین نے عرض کیا: یارسول اللہ! پچاس عاملین، ان میں کے، یا ہم میں کے؟ فرمایا: ان میں کے نہیں بلکہ تم میں کے۔

خطبۂ صدیقی کا ایک اقتباس، دھیان میں رکھنا لازم

تفسیر وحدیث شریف: اور قیس ابن ابو حازم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے مروی ہے، فرمایا: میں نے امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خطبہ دیتے وقت فرماتے سنا فرمایا تھا: تم لوگ یہ آیت کریمہ: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيْكُمْ أَنفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُم مَّن ضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ إِلَى اللَّهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيعاً﴾ (۱) پڑھتے ہو اور اس کو اس کے غیر محل میں رکھتے ہو حالانکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو (تمہاری رائے کے خلاف) ارشاد فرماتے سنا، حضور نے فرمایا تھا ”**مامن قوم یعمل فیھم بالمعاصی ولایغیر ونھا الا ان یوشک ان یعمھم اللہ تعالی بعقاب منہ**“ (ترجمہ) جس قوم میں گناہوں کا ارتکاب ایک معمول بن جائے (کھلم کھلا ہونے لگیں اور لوگ بشرطِ استطاعت) ان کی تغییر نہ کریں تو ایسا ہرگز نہیں ہوگا کہ اللہ تعالیٰ عن قریب ان سب پر اپنی سزا عام نہ کرے۔ (۲)

مذکورہ بالا آیت کی تفسیر

تاویل ابن مسعود: مروی ہے کہ حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی اس آیت پاک کے بارے میں پوچھا گیا تھا تو آپ نے جواب میں کہا تھا یہ وہ زمانہ نہیں ہے (۱) بلکہ وہ تو وہ زمانہ ہوگا جب اِتباعِ اَھواء (بے راہ روی) لوگوں کی بہت کثیر ہوجائے گی اور جھگڑوں (کی گتھیوں) میں گتھے رہیں گے (۲) تو اس زمانہ میں ہر آدمی پر اپنی فکر لازم ہوگی، اپنا بھلا بُرا دیکھنا واجب ہوگا ”جاء تاویلھا“ (یعنی حضرت نے آخر میں فرمایا کہ) مذکورہ بالا آیت کریمہ کی یہی تاویل (یعنی تفسیر) آئی ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام کی چھ اہم معروضات

بڑی اہم خبر: فقیہ ابو اللیث سمرقندی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ اپنے شیخ فقیہ ابو جعفر علیہ الرحمہ سے سن کر، ان کی پوری سندِ متصل کے ساتھ بطریق حُمید، عبد اللہ ابن عبید اللہ ابن عمر سے نقل کرتے ہیں (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کہ حضرت آدم صلوات اللہ وسلامہ علیہ نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا: اے رب میرے! تو نے مجھ پر ابلیس کو مسلط کردیا اور (میری کمزوری یہ ہے کہ) میں تیری توفیق واعانت کے بغیر (اس کے شر سے) بچنے کی استطاعت نہیں رکھتا ہوں (اور یہی حال میری ذریت کا بھی ہے) تو اللہ تعالیٰ نے جواب میں ارشاد فرمایا: تیری نسل میں جو بھی بچہ پیدا ہوگا میں اس پر (نگرانی کیلئے) محافظ ضرور قائم کردوں گا، وہ اس کی، ابلیس لعین کے مکر سے اور برے ہم نشینوں (کی برائی) سے حفاظت کریں گے۔ (اس پر حضرت آدم علیہ السلام نے) عرض کیا: یا رب زدنی۔ اے میرے رب! مجھے مزید عطا فرما۔ (اللہ تعالیٰ نے) ارشاد فرمایا: ایک نیکی (کم از کم) دس گنی ہوگی اور اس سے بھی زیادہ بڑھاؤں (جتنا چاہوں) اور ایک بدی، ایک ہی رہے گی

---

[۱] (ترجمہ) اے ایمان والو! تم پر تمہارے نفسوں کی فکر لازم ہے جو گمراہ ہوا وہ تمہارا کچھ نہ بگاڑے گا بشرطیکہ تم خود راہ راست پر گامزن رہو۔ اللہ ہی کی طرف ہے تم سبھوں کی واپسی۔ [سورۂ مائدہ—۱۰۵] ۱۲ رمترجم غفرلہ۔

[۲] یعنی پوری قوم لامحالہ سزایاب ہوگی حتی کہ اس وقت بے قصوروں کو، اہل معاصی سے چھانٹا نہیں جائے گا کیونکہ ابتلائے عام میں سبھی مبتلا ہوتے ہیں اللہ کی پناہ اس کے عذاب سے، ۱۲ رمترجم غفرلہ۔

[۱] یعنی ابھی وہ زمانہ نہیں آیا کہ جس میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر چھوڑ دینے کی رخصت واجازت نکل سکتی ہو، معلوم ہو کہ حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ چونکہ صحابی ہیں، آپ کا زمانہ قرن اوّل وقرن ثانی ہے، صحابۂ کرام وتابعین کا مبارک زمانہ ہے، ۱۲ رمترجم غفرلہ۔

[۲] اور نوبت یہاں تک پہنچ جائے گی کہ نہ تو گتھیاں سلجھانے کا نام لیں گے اور نہ اصلاح ذات بین پر مخلصانہ وحکیمانہ کوئی کام ہوگا بلکہ اپنی اپنی ڈھپلی بجائیں گے اور اپنا اپنا راگ گائیں گے، ۱۲ رمترجم غفرلہ۔

بقیہ ص ۳۷ پر

خوش فہمی کی چادر

(از: غلام مصطفےٰ نعیمی، روشن مستقبل دہلی

مضمون لکھنے بیٹھا تو مجھے خیال آیا کہ شہ سرخی میں "خوش فہمی" کی جگہ "غلط فہمی" زیادہ ٹھیک رہتا لیکن یہ سوچ کر رہنے دیا کہ امن وآشتی کے علم بردار مجاورین کے لیے غلط فہمی کا لفظ نا مناسب سا ہے، ان کی بلند وبالا قامت اور فکری پرواز پر خوش فہمی کا اطلاق ہی شایان شان رہے گا، خیر! قدیم روایت کے مطابق بھارت کے وزیر اعظم نے عرس غریب نواز کی نسبت سے مزار شریف کے لیے اپنی چادر روانہ کردی، گزشتہ سال کچھ صوفی حضرات نے بذات خود وزیر اعظم ہاؤس پہنچ کر مودی جی کے ہاتھوں سے چادر غریب نواز وصولنے اور ان کے فرستادہ بن کر اجمیر جانے کا شرف حاصل کیا تھا۔

اس باران بزرگوں کو دعوت نہیں ملی یا پرمیشن، کچھ کہا نہیں جاسکتا، اس بار مودی جی نے بی جے پی اقلیتی مورچے کے صدر جمال صدیقی اور اقلیتی امور کے مرکزی وزیر کرن رجیجو کو غریب نواز کی چادر سونپی اور انہیں اپنا نمائندہ بنا کر اجمیر شریف روانہ کیا، چادر غریب نواز ہاتھوں میں آتے ہی کرن رجیجو صاحب میں بڑی حیرت انگیز تبدیلی آئی اور انہوں نے "بے وسیلہ" اجمیر جانے کے بجائے "وسیلہ" استعمال کرنے کا فیصلہ لیا یعنی اجمیر جانے سے پہلے درگاہ خواجہ نظام الدین اولیا، درگاہ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی میں حاضری کا فیصلہ لیا تاکہ ارادت مندانہ حاضری میں کوئی کمی نہ رہ جائے۔ ؎

اظہار عقیدت میں کہاں تک نکل آئے
ہم اہل یقیں وہم وگماں تک نکل آئے

خوش فہمی: سر پر سفید رومال لگائے کرن رجیجو صاحب کی خدام غریب نواز کی جانب سے دستار بندی ہوئی، اعزاز کے ساتھ چادر پیش کرائی گئی اور بڑے شوق ووارفتگی کے ساتھ وزیر اعظم کی لمبی عمر اور صحت وعافیت کی دعائیں بھی کی گئیں، دعا کرتے وقت کرن رجیجو صاحب کے چہرے کی جو کیفیت ظاہر ہو رہی تھی، اگر کوئی قیافہ شناس ہوتا تو صاف صاف معلوم ہو جاتا رجیجو صاحب یقیناً یہی کہہ رہے ہوں گے" مسلمان واقعی بڑی بھولی قوم ہے، جو قوم وقف ترمیمی بل کے ذریعے ہمارے منصوبے سے واقف ہونے کے بعد، درگاہ پر مندر ہونے کا مقدمہ درج ہونے کے بعد اور مسلمانوں کے تئیں ہماری سابقہ وحالیہ پالیسی کے اظہر من الشمس ہونے کے بعد بھی محض ایک چادر پر جس قدر نیازمندی کا اظہار کر رہی ہے، پورے بھارت میں اس سے بڑی خوش فہم قوم بھلا اور کون سی ہوگی؟

دنیا جانتی ہے کہ درگاہ غریب نواز پر مندر کا مقدمہ کرنے والے ہوں، یا سنبھل کی جامع مسجد پر فساد مچانے والے، شاہی گیان واپی کے تہ خانے میں پوجا شروع کرانے والے ہوں یا مسجد کے وضو خانے کو سیل کرانے والے، ان سبھی افراد کا فکری و نظریاتی کس پارٹی سے ہے، کسی سے چھپا نہیں ہے، اس کے باوجود محض ایک چادر اور وزیر اعظم کے رسمی سے پیغام نے ان سب مجاورین پر کیسا اثر ڈالا ہے کہ یہ لوگ سب کچھ بھول کر ہمارے آگے پیچھے پھر رہے ہیں، ہمیں تو لگا تھا کہ بھارت کے سب سے بڑے ولی اور سلطان الہند کی بارگاہ میں پہنچ کر خود کے عام ہونے کا احساس ہوگا لیکن یہاں پہنچ کر ہمیں بادشاہوں جیسا پروٹوکول ملا جس کے آگے منسٹری پروٹوکول بھی کوئی حیثیت نہیں رکھتا، پروٹوکول کے ساتھ ساتھ ڈھیر ساری دعائیں بھی ملیں، اتنی اچھی اچھی دعائیں تو آج کل فقیر بھی نہیں دیتے۔

آج معلوم ہوا کہ نہرو جی نے یہاں چادر بھیجنے کی روایت کس لیے ڈالی تھی، واقعی پنڈت جی نبض شناس آدمی تھے، یہ چادر تو بڑی کراماتی چادر ہے، ہندو دھرم میں گنگا کی ایک ڈبکی سارے پاپ دھو ڈالتی ہے تو وہی کام یہاں محض ایک عدد سرکاری چادر سے ہو جاتا ہے، خدا سے دعا ہے کہ خوش فہمی کی یہ چادر سدا مجاورین آستانہ اور قوم مسلم کے سروں پر سایہ فگن رہے اور ہم اسی طرح ملک کی خدمت کرتے رہیں، آخری پیراگراف ختم ہی کیا تھا کہ کسی نے مجھے آواز دی: ؎

وائے خوش فہمی کہ پرواز یقیں سے بھی گئے
آسماں چھونے کی خواہش میں زمیں سے بھی گئے

◆◆◆

بنات اسلام کی بگڑتی صورت حال

والدین اور معاشرے کے لیے لمحۂ فکریہ

از: شیخ سجاد حسین، رضوی نیٹ ورک یوٹیوب چینل

آج ایک خوفناک حقیقت ہمارے معاشرے پر سایہ فگن ہو چکی ہے، بے راہ روی کی ایسی خبریں روزانہ ہماری نظروں سے گزرتی ہیں جہاں مسلم لڑکیاں اپنی حدود کو پار کر کے غیر مسلم مردوں کے جال میں پھنستی ہیں اور نتیجتاً اپنی زندگی، عزت اور دین سب کچھ کھو بیٹھتی ہیں۔ کچھ اپنی نادانی اور کم فہمی کے باعث غیر محفوظ رشتوں میں الجھ جاتی ہیں، جبکہ کچھ ایسے افراد کے ہاتھوں قتل ہو جاتی ہیں جو ان کی محبت کے دعوے دار تھے لیکن حقیقت میں درندے ثابت ہوتے ہیں۔

یہ المیہ صرف ایک فرد کی تباہی نہیں، بلکہ ایک قوم کی اخلاقی بنیادوں کی شکست کا اعلان ہے، اس تباہی کی بنیادی وجہ والدین کی لاپرواہی اور معاشرتی بے حسی ہے، وہ والدین جو اپنی بیٹیوں کو دین کی روشنی سے آراستہ کرنے کی بجائے دنیاوی خواہشات کے پیچھے لگا دیتے ہیں، وہ یہ کیوں بھول جاتے ہیں کہ اسلام نے بیٹی کو عزت و حیا کا نمونہ بنایا ہے؟ اے والدین! کیا آپ نے کبھی یہ سوچا کہ آپ کی بے حسی اور لاپرواہی آج آپ کی اولاد کو کن اندھیروں میں دھکیل رہی ہے؟ کیا آپ نے اپنی بیٹی کے چہرے پر وہ معصومیت دیکھی ہے جو اب موبائل فون، دوستوں کی محفلوں اور غیر ضروری تعلقات کے دھوئیں میں گم ہو چکی ہے؟ کیا آپ نے اپنے بیٹے کے رویے میں وہ تبدیلی محسوس کی ہے جو اس کی بے قابو آزادی نے پیدا کی ہے؟ آپ دنیاوی آسائشوں کی فراہمی کو اپنی ذمہ داری کا اختتام سمجھ بیٹھے ہیں۔

آپ سمجھتے ہیں کہ مہنگے اسکولوں میں داخلہ، برانڈڈ کپڑے، اور عیش و آرام کے سامان ہی آپ کی کامیاب والدین ہونے کی علامت ہیں۔ لیکن حقیقت اس سے کوسوں دور ہے! آپ نے اپنی اولاد کے دل و دماغ میں وہ خالی جگہ چھوڑ دی ہے جسے میڈیا، غلط صحبت اور شیطانی ترغیبات نے پر کر دیا ہے، مسلمان بیٹی، جس کا کردار کبھی معاشرے کے لیے ایک مثال ہوتا تھا۔

آج کیوں غیر مسلموں کے دھوکے میں آ کر اپنی عزت و حرمت گنوا رہی ہے؟ کیا وہ والدین قصوروار نہیں جو اپنی اولاد کو اخلاقی اور دینی بنیادوں پر استوار کرنے میں ناکام رہے؟ جو اپنی بیٹیوں کو ان کی حدود اور شرعی ذمہ داریوں کے بارے میں آگاہ کرنے میں ناکام ہو چکے ہیں؟ غیر مسلم مردوں کی جانب سے دھوکے، استحصال اور قتل کے ان گنت بڑھتے ہوئے واقعات کو کیا محض اتفاق کہہ کر نظر انداز کیا جا سکتا ہے؟ یہ والدین اور معاشرے کے لیے ایک واضح وارننگ ہے۔

اگر آج ہم اپنی بچیوں کی تربیت پر توجہ نہیں دیں گے، انہیں ان کی اصل پہچان، عزت اور دینی تعلیمات سے روشناس نہیں کرائیں گے تو کل کو یہی معصوم زندگیاں کسی کی ہوس کا شکار بن جائیں گی۔ یہ وقت ہے کہ والدین اپنی اولاد، خاص طور پر بیٹیوں کے ساتھ مضبوط تعلق قائم کریں، انہیں صحیح اور غلط کی تمیز سکھائیں اور ان کے ذہن میں یہ بٹھائیں کہ ان کی عزت اور ایمان دنیا کی کسی خواہش سے زیادہ قیمتی ہیں، انہیں بتائیں کہ دین اسلام نے ان کے مقام کو بلند کیا ہے، اور اس مقام کو کھونا سب سے بڑی ناکامی ہے، یہی وقت ہے جاگنے کا، اپنی اولاد کو سنوارنے کا اور اپنی قوم کی بیٹیوں کو گمراہی سے بچانے کا۔ ورنہ یہ بے حسی اور لاپرواہی ایک دن پورے معاشرے کے زوال کا سبب بنے گی۔

◆◆◆

گائے کے گوشت کی تحقیق نادرہ

از: ڈاکٹر اقبال اختر القادری، معارف رضا

(ایک نشست میں کسی نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمہ سے گائے کا گوشت کھانے اور اس کا صحت کے لیے فائدہ مند یا نقصان دہ ہونے سے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا)

”وہ قطعاً حلال اور نہایت غریب پرور گوشت اور بعض اَمزِجہ (یعنی طبیعتوں) میں گوشتِ بُز (یعنی بکری کا گوشت) سے نافِع تر (یعنی زیادہ فائدہ دینے والا) ہے۔ بہتیرے گوشت

کے شوقین اسے پسند کرتے اور بکری کے گوشت کو بیمار کی خوراک کہتے ہیں اور اس کی قربانی کا تو خاص قرآنِ عظیم میں ارشاد ہے۔"(۱)

اور خود حضورِ اقدس ﷺ نے اس (یعنی گائے) کی قربانی ازواجِ مطہرات کی طرف سے فرمائی، ہندوستان میں بالخصوص شعائرِ اسلام (یعنی اسلام کی نشانیوں میں) سے ہے اور اس کا باقی رکھنا واجب، بعض لیڈر بننے والے کہ ہنود سے اتحاد منانے کے لیے اس کا اِنسداد (یعنی روک تھام) چاہتے ہیں، بدخواہِ مسلماناں (یعنی مسلمانوں کا بُرا چاہنے والے) ہیں مگر عجب ہے کہ کوئی ہندو اتحاد بگھارنے کو مساجد کے قریب بھی گھنٹا یا سنکھ بند کرنے کی کوشش نہیں کرتا، یہ اتحاد کی یک طرفہ تالی اِن لیڈروں ہی کو نصیب ہے، ہاں! حضورِ اقدس ﷺ سے اس کا گوشت تناول فرمانا ثابت نہیں اور مجھے تو سخت ضرر کرتا ہے۔(۲)

حضور اقدس ﷺ نے گائے کی قربانی فرمائی اور اس کے کھانے کا حکم فرمایا' خود بھی ملاحظہ فرمایا یا نہیں؟ اس کا ثبوت نہیں۔"(۳)

(نوٹ) فرزند اعلیٰ حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا علیہ الرحمہ نے اس فتوے پر حاشیہ میں لکھا ہے کہ "حدیثِ مسلم کتاب الزکوٰۃ کہ بریرہ رضی اللہ عنہا کے لیے گائے کا گوشت صدقہ میں آیا، وہ حضور ﷺ کے پاس لایا گیا اور حضور ﷺ سے عرض کیا گیا کہ یہ صدقہ ہے کہ بریرہ کو آیا ہے، حضور اکرم ﷺ نے فرمایا "اس کے لیے صدقہ ہے اور ہمارے لیے ہدیہ۔" اس سے بظاہر تناول فرمانا معلوم ہوتا ہے۔(۴)

حواشی:

(۱) دیکھیں، قرآن کریم، سورہ بقرہ ۶۷:

(۲) ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت، حصہ اول، مطبوعہ کراچی ۱۴۳۰ھ/ ۲۰۰۹ء، ص ۶۷:

(۳) فتاویٰ رضویہ جدید جلد ۲۰، ص ۳۲۱:

(۴) حاشیہ فتاویٰ رضویہ، جلد ۲۰، ص ۳۲۱:

اصلاحِ معاشرہ

مرسلہ: مولانا عرفان احمد ازہری، نگرہ، چھپرہ

جلسوں پر خرچ یا تعلیم پر سرمایہ کاری؟ کسی بھی معاشرے کی ترقی اور اصلاح کا دارومدار اس کی تعلیمی اور سماجی پالیسیوں پر ہوتا ہے جو قومیں اپنی آنے والی نسلوں کے لیے مضبوط تعلیمی نظام قائم کرتی ہیں، وہی حقیقی تبدیلی کی راہ پر گامزن ہوتی ہیں۔ دنیا کی مختلف نظریاتی تنظیمیں اپنے مقاصد کے حصول کے لیے مختلف حکمت عملیاں اپناتی ہیں، کچھ گروہ اصلاحِ معاشرہ کے لیے بڑے بڑے جلسے منعقد کرتے ہیں، جبکہ کچھ تعلیم اور صحت کے شعبے میں سرمایہ کاری کو ترجیح دیتے ہیں۔ ہندوستان میں راشٹریہ سویم سیوک سنگھ (آر ایس ایس) کی حکمت عملی یہی ہے کہ وہ اصلاحِ معاشرہ کے نام پر جلسے منعقد کرنے کے بجائے تعلیمی ادارے اور اسکول قائم کرتی ہے۔

آر ایس ایس جانتی ہے کہ محض تقاریر اور اجتماعات سے سماجی تبدیلی ممکن نہیں، بلکہ اگر تعلیمی نظام کو کنٹرول کر لیا جائے تو آئندہ نسل خود بخود نظریاتی اور سماجی طور پر اس سمت میں ڈھل جائے گی جس کا وہ تصور رکھتی ہے، یہی وجہ ہے کہ وہ لاکھوں کروڑوں روپے اصلاحِ معاشرہ کے جلسوں پر ضائع کرنے کے بجائے اسکولوں، تعلیمی نصاب اور نوجوانوں کی فکری و ذہنی تربیت پر خرچ کرتی ہے۔ دوسری طرف، مسلمان معاشرے میں اصلاحِ معاشرہ کے نام پر بڑے بڑے جلسے منعقد کیے جاتے ہیں، جن میں ایک رات کے اندر لاکھوں روپے خرچ کر دیئے جاتے ہیں۔

یہ جلسے وقتی جوش و خروش تو پیدا کر سکتے ہیں، مگر ان کا عملی فائدہ کم ہی دیکھنے کو ملتا ہے، مقررین پر جوش تقاریر کرتے ہیں، سامعین متاثر ہوتے ہیں، لیکن جیسے ہی جلسہ ختم ہوتا ہے، سب کچھ معمول پر آجاتا ہے، ایسی سرگرمیوں سے معاشرے میں دیرپا تبدیلی نہیں آتی، کیونکہ حقیقی اصلاح محض تقریروں سے نہیں بلکہ عملی اقدامات سے ممکن ہوتی ہے، یہی اصول بقیہ ص ۳۴ پر

ہر شر سے باخبر ہے ہمارا معاویہ، پیارا معاویہ

(از: مولانا شمس تبریز خاں مرکزی، بلگرام شریف

اعدائے دینِ حق سے نہ ہارا معاویہ، پیارا معاویہ
ہر شر سے باخبر ہے ہمارا معاویہ، پیارا معاویہ

اصحابی کالنجوم سے ثابت ہوا یہی، یہ بات ہے سہی
اصحابِ شاہ میں ہے ستارا معاویہ، پیارا معاویہ

وہ کاتبِ کلامِ خدائے جلیل ہے، حق کی دلیل ہے
کس درجہ معتبر ہے ہمارا معاویہ، پیارا معاویہ

مضبوط اہل بیت سے اس کا ہے رابطہ، وہ دل کا بادشہ
حسنین کا دلائے ا تارا معاویہ، پیارا معاویہ

گستاخِ اہل بیت سنیں کان کھول کر، کٹ جائے چاہے سر
ہر گز، ہوا نہ ہوگا تمہارا معاویہ، پیارا معاویہ

تاجِ صحابیت ہے رکھا اس کے سر پہ بھی، رفعت یہ رب نے دی
اوجِ کمال کا ہے منارا معاویہ، پیارا معاویہ

کفار و مشرکین کو میدان جنگ میں، حیدر کے رنگ میں
جس نے دیا جواب کرارا، معاویہ، پیارا معاویہ

جو بعد میں ہوئے ہیں عظیم ان میں وہ ہوا، قائل ہے ہر گدا
غوث و رضا سبھی کا سہارا معاویہ، پیارا معاویہ

وہ شخص بدنصیب، جہنم رسید ہے، ظاہر وعید ہے
جس جس کو بھی نہیں ہے گوارا معاویہ، پیارا معاویہ

میری مدد کے واسطے خاں کی وہ آ گئے، راحت کے گل کھلے
جب بھی، جہاں بھی میں نے پکارا معاویہ، پیارا معاویہ

چراغِ خانۂ حیدر ہیں جعفر صادق

(از: مولانا عطاء النبی حسینی مصباحی، نیپال

رضائے داورِ محشر ہیں جعفر صادق
عطائے شاہِ پیمبر ہیں جعفر صادق

جہاں میں رتبہ ترا اس لیے بلند ہوا
نبیِ پاک کے دلبر ہیں جعفر صادق

جہاں میں مثلِ قمر تیری روشنی پھیلی
ضیائے حضرتِ حیدر ہیں جعفر صادق

حسن حسین علی فاطمہ کے نورِ نظر
چراغِ خانۂ حیدر ہیں جعفر صادق

ملی ہے ان کو شجاعت کا حصہ حیدر سے
اکیلے ہو کے بھی لشکر ہیں جعفر صادق

بیان، حمد و ثنا ان کی کیسے ہو پائے
شعور و فکر سے بڑھ کر ہیں جعفر صادق

ترے تلامذہ میں ہیں امامِ اعظم بھی
ہاں ایسے علمی سمندر ہیں جعفر صادق

بھلا وہ کیسے بھٹک سکتا ہے رہِ حق سے
وہ جس کے ہادی و رہبر ہیں جعفر صادق

ہے ان کے زیر قدم تخت، بادشاہی کی
بنے جو آپ کے نوکر ہیں جعفر صادق

نہیں ہے خوف کسی کا زمانے بھر میں اسے
کہ جس کے ناصر و یاور ہیں جعفر صادق

ہمیں ہو گردشِ دوراں سے کیوں کوئی خطرہ
کرم جو کرتے وہ ہم پر ہیں جعفر صادق

کبھی تو خواب میں آ کے کرا دو دید حسیں
ہوئے دِوانے جو مضطر ہیں جعفر صادق

مدد کو آ کے بچاؤ مجھے مرے آقا
ہوئی جو حالتیں ابتر ہیں جعفر صادق

دلی مرادیں ہیں ملتی سدا انہیں پل میں
کہ آتے جاتے جو در پر ہیں جعفر صادق

حسینؔی کو ہو عطا حسنِ خاتمہ، اللہ!
میں بندہ ان کا ہوں سرور ہیں جعفر صادق

کیجیے استقبال اس کا آ گیا ماہِ صیام

(از: سید خادم رسول عینی، بھدرک، اڑیسہ

رب کا قرآں جس میں اترا آ گیا ماہ صیام
ہے مقدس یہ مہینہ آ گیا ماہ صیام

سنت محبوب رب عالمیں ہے دوستو
کیجیے استقبال اس کا آ گیا ماہ صیام

ہے یہ ارشاد حبیب خالق کون و مکاں
امتی کا ہے مہینہ، آ گیا ماہ صیام

ہے عبادت روزہ یوں، جس میں ریا ممکن نہیں
دے گا رب خود اس کا بدلہ آ گیا ماہ صیام

اس کے صدقے روزہ داروں کو ملے ریان بھی
ہے مہینوں میں نرالا، آ گیا ماہ صیام

لیلۃ القدر اس کی راتوں میں سے نوری رات ہے
قدر اس کی خوب کرنا آ گیا ماہ صیام

چاند دیکھو اور کرو سب کے لئے عینی دعا
ہے مسرت خیز لمحہ آ گیا ماہ صیام

مرحبا صد مرحبا صد مرحبا ماہِ صیام

(از: مفتی ارشد خان کرالوی، بدایوں شریف

تیری آمد کی خوشی میں ہر کوئی مسرور ہے
پیر ہو یا ہو جواں ہر اک خوشی میں چور ہے
تیرے استقبال میں چہرے پہ سب کے نور ہے
دل بھی خوشیوں میں مگن ہے رنج و غم سے دور ہے
کونہ کونہ اب رونقیں ہیں صبح و شام
مرحبا صد مرحبا صد مرحبا ماہ صیام

آ گیا لو آ گیا اب رحمتوں کا قافلہ
ساتھ میں لایا ہے اپنی عظمتوں کا قافلہ
اس کو کہہ سکتے ہیں بیشک الفتوں کا قافلہ
اور کلام پاک کی ہے برکتوں کا قافلہ
اے پیامی رحمتوں کے بار ہا تجھ کو سلام
مرحبا صد مرحبا صد مرحبا ماہ صیام

رب سے جس نے جو بھی مانگا مل گیا اس ماہ میں
شرط ہے مخلص ہو بندہ اپنے رب کی چاہ میں
مال و دولت بھی کرے قربان اس کی راہ میں
عاجزی ہو انکساری ہو دعا میں آہ میں
دونوں ہاتھوں کو اٹھا کر خدا سے ہو ہم کلام
مرحبا صد مرحبا صد مرحبا ماہ صیام

رب نے نازل اس مہینے میں کیا قرآن بھی
جو مدار زندگی بھی ہے دین بھی ایمان بھی
سب سے بڑھ کر مومنوں کی یہ شان بھی
ہے یہ قانون شریعت اور اس کی جان بھی
اور اسی سے ہے عظیم المرتبت تیرا مقام
مرحبا صد مرحبا صد مرحبا ماہ صیام

ہیں زمیں پر رونقیں تو منور ہے آسماں
بوئے الفت سے معطر ہو گیا سارا جہاں
بلبلوں کے زمزموں سے گونجتا ہے گلستاں
کھلکھلا کر آسماں پر ہنس رہی ہے کہکشاں
تیرے چرچے ہر جگہ ہیں تیری خوشیاں گام گام
مرحبا صد مرحبا صد مرحبا ماہ صیام

نفس امارہ کے جو ہو گئے تھے بالکل اسیر
بن گئے ہیں پارسا اب وہ بھی سب برنا و پیر
سوئے مسجد جا رہا ہے ہو غنی یا کہ فقیر
مسجدوں میں اب آنے لگا جم غفیر
ہے خدا کی یاد دل میں اور لبوں پر اس کا نام
مرحبا صد مرحبا صد مرحبا ماہ صیام

سال بھر کے بعد تیری دید ہوتی ہے نصیب
اور کتاب شوق کی تمہید ہوتی ہے نصیب
گوش و لب کو لذت تجید ہوتی ہے نصیب
تیری ہی آمد سے ہم کو عید ہوتی ہے نصیب
بار بار آتا ہے تو لے کر خوشیوں کا پیام
مرحبا صد مرحبا صد مرحبا ماہ صیام

مختصر ہے علم میرا فکر میری ناتمام
میں ہوں ادنیٰ سا سخنور کیا ابھی میرا مقام
کاش ہو جاؤں خدا کے فضل سے میں بھی شادکام
حکم پر جس کے ہے قائم ساری دنیا کا نظام
بخش دے ارشدؔ کو اپنی رحمتوں کا اک جام
مرحبا صد مرحبا صد مرحبا ماہ صیام

सुन्नी दुनिया में इश्तिहार देकर अपने कारोबार और इदारे को फ़रोग़ दें

Monthly Package Four Colour महाना पैकेज फोर कलर

S. No.	Adv. Space	کوارٹر پیج Quarter Page	ہاف پیج Half Page	فل پیج Full Page	اشتہار کی جگہ	نمبر شمار
1	Back Title Page	8000/-	10000/-	15000/-	بیک ٹائل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	6000/-	8000/-	12000/-	فرنٹ ٹائل پیج کا اندرونی حصہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	4000/-	6000/-	10000/-	بیک ٹائل پیج کا اندرونی حصہ	۳

Quarterly Package Four Colour तिमाही पैकेज फोर कलर

1	Back Title Page	20000/-	25000/-	35000/-	بیک ٹائل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	15000/-	20000/-	30000/-	فرنٹ ٹائل پیج کا اندرونی حصہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	10000/-	15000/-	25000/-	بیک ٹائل پیج کا اندرونی حصہ	۳

Half Yearly Package Four Colour छमाही पैकेज फोर कलर

1	Back Title Page	30000/-	40000/-	60000/-	بیک ٹائل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	20000/-	35000/-	50000/-	فرنٹ ٹائل پیج کا اندرونی حصہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	15000/-	25000/-	40000/-	بیک ٹائل پیج کا اندرونی حصہ	۳

Yearly Package Four Colour सालाना पैकेज फोर कलर

1	Back Title Page	50000/-	70000/-	100000/-	بیک ٹائل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	35000/-	60000/-	80000/-	فرنٹ ٹائل پیج کا اندرونی حصہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	25000/-	40000/-	60000/-	بیک ٹائل پیج کا اندرونی حصہ	۳

Black & White Package any in side Magzine ब्लैक एण्ड व्हाईट पैकेज रिसाला में कहीं भी

1	Monthly	1500/-	3000/-	5000/-	ماہانہ	۱
2	Quarterly	4000/-	8000/-	12000/-	سہ ماہی	۲
3	Half Yearly	7000/-	12000/-	16000/-	ششماہی	۳
4	Yearly	10000/-	16000/-	20000/-	سالانہ	۴

नोट:-

1 तीन महीने का मतलब कोई भी तीन महीने, इसी तरह 6 या 12 महीने का मतलब कोई भी 6 या 12 महीने।

2 वक़्त और हालात के पेशे नज़र इश्तिहार की इबाअत मुक़द्दम व मुवख़्ख़र भी हो सकती है।

3 पूरे इश्तिहार की रक़म एक मुश्त पेशगी जमा करनी होगी।

Contact: 82 Saudagaran, Dargah Aalahazrat, Bareilly Sharif (U.P.), Pin - 243003, Mob. 9411090486
Account Details: Asjad Raza Khan, SBI A/c No. 10592358910, IFSC Code: SBIN0000597

RNI No. UPMUL/2017/71926
Postal Regd. No. UP/BR-34/2023-25

MARCH-2025
PAGES 56 WITH COVER

PER COPY : ₹ 30.00
PER YEAR : ₹ 350.00

MAHNAMA SUNNI DUNIYA

Printer, Publisher & Owner Asjad Raza Khan, Printed at Faiza Printers, Bara Bazar, Bareilly
Published at 82, Saudagran, Dargah Aala Hazrat, Bareilly Sharif (U.P.) PIN : 243003, Editor Asjad Raza Khan